جلد 20 شمارہ 1 ماہ جنوری 2018ء ربیع الثانی 1439ھ
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
محبت
اللہ
صداقت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری 0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود، محمد ریاض

شیخ سلسلہ ومدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے

سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

محبت

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

اخلاق حسنہ کی بنیاد محبت اور صداقت پر ہے۔یہاں یہ بات ہمیشہ یادرکھنا کہ ہم نے محبت اور صداقت دو لفظ استعمال کئے ہے،صرف محبت نہیں کہا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت کے ساتھ صداقت بھی بہت ضروری ہے۔محبت اندھی ہوتی ہے اور اس میں اکثر اوقات انسان ایسے کام کر بیٹھتا ہے جو حق کے خلاف ہوتے ہیں۔اس لئے محبت کے ساتھ ہمیشہ صداقت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔محبت کو تو آپ جانتے ہی ہیں لیکن صداقت کیا چیز ہے؟ ہم آپ کو بتائیں صداقت یا حق یہ ہے کہ جس موقعہ پر جو کام کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہو وہ کرو اور محبت کو قربان کردو۔مثال کے طور پر دو باتیں بیان کی جاتی ہیں:

1۔ محبت میں زنا اور لواطت کا خطرہ ہوتا ہے اور یہ حق وصداقت یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔اس لئے خواہ کتنی ہی محبت ہو ان دو باتوں سے اجتناب کرو۔

2۔ فرض کرو تم ایک جج ہو اور تمہارا صرف ایک بیٹا ہے جس کو تم بہت عزیز رکھتے ہو۔ تمہارے اس بیٹے نے کسی کو بے گناہ قتل کر دیا اور مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہوا۔جرم ثابت ہو گیا تو اب محبت کا تقاضا ہے کہ کوئی قانونی سقم نکال کر تم اپنے بیٹے کو بری کر دو لیکن حق کا تقاضا ہے کہ تم اس کو پھانسی کی سزا دو۔تو ایسے موقع پر تم کو چاہئے کہ محبت قربان کرو اور حق کرو یعنی اپنے اکلوتے لخت جگر کو سزائے موت دے دو۔(حضرت عمر فاروقؓ کی مثال یاد کرو)یہ تو صرف دو مثالیں ہم نے دی ہیں۔زندگی میں ایسے سینکڑوں مواقع آتے ہیں،جب محبت اور صداقت کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر موقعہ پر تم کو وہی کرنا چاہئے جو حق ہو۔

ہاں تو اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے لئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو۔اور اپنے دل ودماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔مجنوں لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔تم کیسے محبّ ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے۔

محبت کے جذبہ میں بہت اعلیٰ جذبات وخصائل پوشدہ ہیں۔جب تمہارا دل محبت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے وہ سب تمہارے کردار کا جزو بن جاتے ہیں۔جو دل محبت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہوگا اس سے یہ خصائل نمایاں طور پر ظہور میں آئیں گے۔

1۔ اطاعت وفرمانبرداری	2۔ سخاوت وایثار اور قربانی
3۔ رحم وکرم	4۔ عفوو درگزر اور چشم پوشی
5۔ نرمی اور خوش مزاجی	6۔ حلم و برداشت
7۔ عاجزی وانکساری	8۔ مددوخدمت

الغرض یہ اور ان کے علاوہ کئی اور مکارم اخلاق ہیں جو سب کے سب محبت کی وجہ سے انسان کے کردار کا جزو لاینفک بن جاتے ہیں۔دنیا کے جتنے بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں ان سب کے اخلاق میں یہی صفات تھیں جو نمایاں نظر آتی تھیں۔تم اگر واقعی خدا کے محبوب بندے بننا اور دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے سوائے چارہ نہیں کہ دل میں ایک عالمگیر محبت پیدا کرو اور اس کے ساتھ ساتھ اوپر بیان کئے ہوئے فضائل اخلاق کو بھی نشو نما دیتے رہو۔لیکن صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو ورنہ ساری نیکیاں بدیوں میں تبدیل ہو جائیں گی اور تم ولی الرحمٰن بننے کے بجائے ولی الشیطان بن جاؤ گے۔

محبت کے بارے میں یہ بات بھی خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ سب سے زیادہ محبت درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کرنی چاہیے یا ان کے بعد اپنے شیخ سے،

لیکن مخلوق سے بھی اس واسطے ضروری ہے کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی ہے اور اس کی سب سے پیاری نشانی ہے اور اس کی اَن گنت صفات کا مظہر ہے ۔لیکن یہ سب کچھ ایک عام حیثیت سے ہونا چاہئے اور یہ بھی یقینی ہے کہ مخلوق میں تم سب سے ایک جیسی محبت نہیں کر سکتے کسی سے کم کسی سے زیادہ ۔مگر ایسا کبھی نہیں ہونا چاہئے کہ تم کو کسی ایک انسان سے اتنی محبت ہو جائے جو تمہارے اور خدا کے درمیان حائل ہو کر خدا کو بھلا دے ۔

مخلوق سے محبت کا مطلب خاص طور پر یہ ہے کہ تم کسی کو حقیر ذلیل نہ سمجھو اور کسی سے نفرت نہ کرو ۔مثلاً کسی شخص کو تم جانتے ہو کہ سخت گناہگار ہے تو اس کے گناہوں کی وجہ سے تم کو اس سے نفرت نہیں کرنی چاہئے بلکہ تم کو اس پر رحم آنا چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا رہا ہے اور گناہوں سے بچانے میں تم کو اس کی مدد کرنی چاہئے یا ایک شخص سخت غریب و مفلس ہے کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے ہیں تو اس سے بھی محبت کرو ۔اس پر رحم کھاؤ اور اس کی غربت کو دور کرنے میں حسب توفیق جو مدد کر سکتے ہو ضرور کرو یا ایک آدمی بیمار ہے تمام بدن پر زخم ہیں سڑک کنارے پڑا بھیک مانگ رہا ہے، تمام بدن پر مکھیاں بھنک رہی ہیں تو اس سے بھی محبت کرو ۔ہو سکے تو اس کا علاج کراؤ، اس کے لئے مکان کا بندوبست کرو اور جو خدمت ممکن ہو بجالاؤ ۔ہم نے عیسائی بزرگوں کے حالات میں اکثر جگہ پڑھا ہے کہ وہ ایسے بیماروں کی تیمارداری اور علاج میں خاص کوشش کرتے ہیں اور کئی جگہ تو ایسے پادریوں کا ذکر بھی پڑھنے میں آیا ہے کہ وہ ایسے بیماروں کے زخموں کو اپنی زبان سے چاٹ کر صاف کرنے میں بھی کراہت محسوس نہیں کرتے تھے ۔

مسلمانوں کو عیسائیوں کی ان خوبیوں سے عبرت حاصل کرنا چاہئے ۔اور سوچنا چاہئے کہ عیسائیوں کے مقابلے میں ہم کس قدر بد اخلاق واقع ہوئے ہیں ۔ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں، ایک دوسرے کی عزت کے درپے ہیں اور ایک دوسرے کو بگاڑنے اور نقصان پہنچانے میں بھی کسر نہیں چھوڑتے پھر اگر عیسائیوں پر خدا مہربان ہے اور ہر لحاظ سے ان کو مسلمانوں پر فوقیت دے رکھی ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حکم ہے کہ اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرو اور اس کو دشمن سمجھتے ہوئے محبت کرو۔ یہ کتنا مشکل کام ہے لیکن جو عیسائی پادری حقیقت میں بزرگ ہیں وہ اس حکم پر پوری طرح عمل کرتے ہیں۔ ہے مسلمانوں میں کوئی شخص جو اس معاملہ میں ان کی برابری کا دعویٰ کر سکے۔ اگر کسی شخص کے دل میں یہ باتیں پڑھ کر یہ خدشہ پیدا ہو کہ یہ تو عیسائیوں کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو۔ اسلام کی تعلیم تو آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک ہے۔ تو اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر قوم میں عام اور خاص دو طبقے ضرور ہوتے ہیں اور دونوں کا اخلاق ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ تو قرآن کریم میں آنکھ کے بدلے آنکھ کا جو حکم ہے وہ عوام کے لئے ہے۔ اگر یہ نہ ہو اور ہر شخص گال پر ایک تھپڑ کھانے کے بعد دوسرا آگے کر دے تو نظام عالم میں فرق آ جائے۔ لاکھوں آدمی اس قاعدے سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور دنیا میں تہلکہ مچ جائے۔ لیکن قرآن کریم میں مسلمانوں کے خواص اور اہل اللہ کے لئے یہ حکم ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی کتنی بھی برائی کرے تم ہمیشہ اور ہر موقعہ پر اس کا جواب نیکی سے دیتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ سگے رشتہ داروں کی طرح تمہارا دوست بن جائے تو اب تم خود سوچو کہ جب تم نیک اور بزرگ بلکہ ولی اللہ بننے کی نیت سے سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے ہو تو تم کو انہی کا سا اخلاق بھی بنانا پڑے گا۔ اگر عوام ہی کا سا اخلاق رکھنا ہے تو پھر کسی سلسلہ فقر میں شامل ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے !!

(از طریقت توحیدیہ)

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

بابا جانؒ فرمانے لگے کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی قوم کو اُبھارنے کی مرضی ہوتی ہے، تو میرا خیال ہے کہ وہ ان کو ڈھال دیتا ہے کہ اس لیڈر کی بات مان لو۔ میرا خیال ہے کہ پھر ہی وہ چل پڑتے ہیں، ویسے یہ نہیں ہوتا۔ جیسے چین والوں نے ماؤ (Mao) کی مان لی تو وہ ان کے لئے پیغمبر ہے۔ اُس نے پوستیوں کی اس قوم کو اُٹھا کر دنیا کی Big Power بنا دیا۔ اب ساری دنیا ان سے ڈر رہی ہے کہ اتنی بڑی Economic power اور Military power ہوگئی ہے۔ انہوں نے مان لیا اور چل پڑے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا ہی ہے یہ بھی۔

مولانا مودودی صاحبؒ نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ بڑے اچھے ذہین انسان تھے۔ انہوں نے Work کیا۔ دنیا میں ان کا لٹریچر چلا۔ ان کی باتوں سے اور ان کی تعلیم سے اسلامی تحریکوں نے جنم لیا۔ سیاست میں مولوی کو انہوں نے ہی داخل کیا لیکن یہ قوم مانی نہیں۔ وہ بے چارے مایوس ہو کے ہی گئے۔ ان کا Last interview بھی آیا کہ میں مایوس ہو گیا ہوں۔ وہ کام نہیں ہوا جو میں چاہتا تھا۔ جماعت بھی بڑی اچھی بنائی۔ بڑے اچھے Organized، فرسٹ کلاس، سارے لوگ بڑے Active بھی تھے۔ سسٹم بھی بڑا اچھا تھا۔ صحیح Qualification کے بعد ان کی ممبر شپ ملتی تھی۔ اسلام کے مطابق ہی ملتی تھی لیکن وہ جو قومی سطح پر ان کا Image تھا یا ان کی Popularity تھی وہ نہیں بن سکی کہ نہیں جی ووٹ چوہدریوں کو دینا ہے اسلامی جماعت اچھی ہے مگر وہ ہوا نہیں۔

اسی طرح میرا خیال ہے کہ بابا جی خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ بھی آئے۔

باباجیؒ نے بھی بڑی اچھی باتیں کیں، تعلیم دی۔ بڑی اچھی بات تھی ۔اللہ تعالیٰ سے امیدیں بھی تھیں۔باباجیؒ نے کہا کہ ''شاید چھوٹا منہ بڑی بات ہو! ہوسکتا ہے کہ یہ سہرا سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سَر ہی رہے کہ ہم ہی اس قوم کی رہنمائی کریں۔ ہماری تعلیم سے ہی یہ قوم اُٹھ بیٹھے اور جاگ جائے۔عین ممکن ہے! چلو With the passage of Time امید تو رکھ سکتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کرے۔لیکن وہ اس طرح Quickly ہوا نہیں۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپؑ کو بنی اسرائیل نے نہیں مانا تھا وہ جو بستی تھی وہ جو حوارین کہلاتے ہیں۔حواری دھوبی کو کہتے ہیں ۔یہ دریا کے کنارے دھوبیوں کی بستی تھی۔حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ

من انصاری الی اللّٰہ۔ ''کون ہے میرا ! جو اللہ کے لئے میری مدد کرے۔''

اللہ کہتا ہے کہ ہم نے وحی ڈالی ان کے دل میں کہ ایمان لائیں۔انہوں نے کہا کہ ہم آپؑ کے ساتھ ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ وہ پہلے بندوبست کر دیتا ہے۔چلو اور کوئی نہیں مانتا تو تم ہی ایمان لے آؤ۔وہ ان کی بات مان کے کہنے لگے کہ ہم آپؑ کا ساتھ دیں گے۔تو وہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔اس کا مطلب ہے کہ اللہ بھی کچھ تار ہلاتا ہے کہ اس کے پیچھے چلو تب ہی وہ چلتے ہیں ورنہ نوحؑ اس طرح کرتے رہے تھوڑے سے لوگ ہی ایمان لائے۔کہیں تیس (۳۰) لکھا ہے، کہیں ستر (۷۰) لکھا ہے۔اللہ نے بھی کہہ دیا ہے کہ اب اس کے بعد کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ جو ایمان لے آئے ہیں بس یہی ہیں اب اور کوئی نہیں لائے گا۔یہی ہیں تو بس ادھر ہی ٹیک ہو کر رہے۔

اب یہ مولانا مشرقی صاحبؒ نے بھی بڑا کام کیا ہے۔اگر علامہ عنایت اللہ مشرقیؒ کی کتابیں پڑھیں! (باباجانؒ نے راقم سے پوچھا کہ کوئی پڑھی ہے؟ جواب نہیں میں ملا۔) ان میں بھی بڑا جوش تھا، بڑی شخصیت تھے۔ان کی International fame تھی۔ان کی کتابوں کا وہ ''تذکرہ'' جو لکھی تو دنیا میں اس کی بڑی دھوم مچی۔وہ زبردست Mathematician تھا۔

میں نے اس کی ایک تقریر بھی سُنی ، راولپنڈی میں وہ آیا ہوا تھا۔اس کا ایک جلسہ تھا۔اس نے کہا کہ Mathematics اور Space کے پرابلم اب بھی مسلمان نہیں جانتے ۔اب بھی میرے پاس حل کرانے کے لئے آتے ہیں ۔اس کے متعلق کہتے ہیں کہ میٹرک کا یا پتا نہیں کون سا امتحان دیا تھا جس میں سے دس میں سے سات سوال حل کرنے تھے،اور ہدایت میں لکھا تھا کہ کوئی سے سات سوال حل کریں۔اس نے دس ہی حل کردیے اور اس نے کہا کہ کوئی سے سات سوال دیکھ لیں۔سارے صحیح کیے ۔دنیا کا Top mathematician تھا۔اس کی کتاب کا بڑا تذکرہ ہوا ۔کہنے لگے کہ اس کو ہم Nobel prize کے لئے Recommend کریں مگر اس کا یورپین زبان میں ترجمہ ہونا چاہیے۔اس پر علامہ مشرقیؒ نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے نہیں لکھی اور نہ ہی اس لئے لکھی ہے کہ جس زبان کو دنیا کے اتنے کروڑ آدمی پڑھتے ہیں اور آپ نے اس کو نوبل پرائز کی لسٹ میں رکھا تو میرا قصور نہیں ہے ۔میں اس لئے اس کو Translate نہیں کراتا ۔ظاہر ہے کہ اتنا بڑا عالم تھا۔وسعت بھی تھی ۔وہ کلمہ،مونچھوں،داڑھیوں،اور پگڑیوں پر نہیں پرکھتا تھا ایمان کو۔Principles پر ساری دنیا کے حقائق کو وہ ماننا چاہتا تھا۔اس کے ماننے والے اب بھی اس کا کلمہ پڑھتے ہیں۔کبھی کوئی مل جائے ناں خاکسار تو کہتے ہیں کہ وہی تھا۔

راولپنڈی میں اس کا جلسہ تھا۔لیاقت باغ جو کمپنی باغ تھا،جہاں بےنظیر شہید ہوئی اور لیاقت علی بھی شہید ہوئے تھے،اسی میں وہ آیا اور اس کا کیمپ لگا ہوا تھا۔پریڈ ہوتی ۔پہلے بگل بجتا۔پھر نماز ہوتی۔سارے تیار ہوکر آتے۔Semi-military organization تھی ۔وردی وہ خاکی پہنتے تھے۔شیڈ وغیرہ یا وہ شلوار قمیض وہ خاکی پہنتے تھے جس پر شولڈر لگے ہوتے تھے۔بیلچہ ان کا Weapon تھا۔اس بیلچے پر پریڈ ہوتی تھی ۔انہیں بیلچہ پارٹی بھی کہتے تھے۔چونکہ ادھر گوروں کے ٹائم میں رائفل تو نہیں رکھ سکتے تھے ۔انہوں نے کہا کہ بیلچے پہ تو پابندی نہیں ہے؟تو ان انگریزوں نے کہا کہ نہیں۔تو انہوں نے بیلچہ لیا۔یہی ہماری تلوار ہے۔یہی ہمارا ہتھیار ہے۔اس سے ہم لڑیں گے بھی۔اس کے اور بھی بڑے فائدے ہیں۔پریڈ بھی ہوتی تھی اس بیلچے کے ساتھ

اسے پکڑنے کے لئے نیچے ایک ہینڈل بھی بنا ہوتا ہے۔اس پر وہ پانی بھی گرم ہوسکتا ہے۔چائے بھی بن سکتی ہے۔الٹا کر کے روٹی بھی پکتی ہے۔بڑے قصیدے لکھے ہوتے تھے۔انہوں نے بیلچہ پارٹی بنائی۔ہر آدمی بیلچے سے کام کرتا تھا۔ان کی خاکی یونیفارم تھی۔مولانا عنایت اللہ خود بھی اندر ہی چلتا تھا۔بڑی پوزیشن میں چلتا تھا۔وہاں بات ہوئی Hot line پر تو اس نے سزا دی۔اس میں انہوں نے Trained کیا۔اس Equation پر۔عالم بھی بڑا اچھا تھا۔بڑی Organization ہوئی پھر پاکستان بنا۔اس نے کیمپ لگایا کہ اتنے بندے اکٹھے ہو جائیں تو میں ہندوستان پہ حملہ کردوں گا۔ہندوستان ہمارا ہے۔ان کا کیسے ہے؟ یہ ہندوؤں کا کیسے ہو گیا؟ مالک تو ہم تھے۔ہم سے انگریزوں نے لیا تھا تو ہمیں ہی واپس دینا چاہیے تھا تو میں فتح کر سکتا ہوں ہندوستان کو۔اتنا آٹا لے کر آجاؤ میدان میں۔گورنمنٹ نے بھی مخالفت کی۔ وہ اکٹھے بھی نہیں ہوئے۔نہ ان کی فوج بنی۔اس کے اشتہار بھی لکھے ہوتے تھے کہ میں اگر غالب نہ آیا تو میری قبر پہ پیشاب کرنا۔اگر میں نے ہندوستان کو فتح نہ کیا تو میری قبر پہ پیشاب کرنا۔ہوا نہیں۔ اللہ سے منظوری نہیں ہوئی۔

منظوری تو پہلے اُدھر سے ہوتی ہے۔وہاں سے Tick ہوتی ہے پھر آگے کام چلتے ہیں۔شاید ابھی ہماری نہ منظوری ہو۔یہ اللہ میاں کہتا ہے بار بار کہ تم کام نہیں کرو گے تو میں کسی دوسری قوم کو اُٹھا دوں گا۔ہوسکتا ہے کہ یہ China ہی ہو اب۔میں تو سوچ رہا ہوں کہ کوئی بندہ Chinese سکھا کے بھیجا جائے تو حیدریہ مشن کا کوئی بندہ بھیجا جائے China میں۔

(راقم سے کہا کہ) آپ کا بھی سُنا ہے کہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی بندہ دیں میں اس کی Language کا بندوبست کر دیتا ہوں (مسکرائے)۔راقم نے جواب دیا کہ باباجان Languages تو ہو رہی ہیں یونیورسٹی میں۔باباجانؒ نے فرمایا کہ اب کوئی بندہ بھی ملے ناں جو Missionary type ہو۔جو Devote کر دے اپنی life کو، مجاہد ہو اور کام کرے وہاں جا کے۔یہ Investment ہے وہ بڑی اچھی قوم ہے۔وہ ویسے بھی

بڑے Plain ہیں۔ Simple hearted ہیں۔ They are not cunning people. ہماری طرح نہیں ہیں۔ They are very simple. کام کرنے والے اور پیار کا جواب پیار سے دینے والے، ہماری نیکیوں کو انہوں نے اب تک نہیں بھلایا۔ ہم نے کیا کیا تھا۔ کچھ خاص تو نہیں کیا تھا وہ اب بھی کہتے ہیں کہ ہم پاکستان کے ساتھ ہیں۔ یہ ہمارے دوست ہیں۔

بابا جیؒ بھی کہتے تھے کہ یہ چون ماؤ جو ہے یہ بڑا اچھا ہے۔ یہ ہے! وہ ہے! کسی نے کہا کہ ہاں جی بڑا اچھا ہے تو کہتے کہ نہیں اس کا دل بڑا اچھا ہے۔ چینی ویسے بھی اچھے لوگ ہیں۔ Center میں بڑی تعداد ہے مسلمانوں کی تو ابھی ان کا Base کوئی نہیں ہے۔ Christian بھی نہیں ہیں وہ۔ راقم نے کہا کہ باباجان نوے (۹۰) فیصد لوگوں کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ آٹھ (۸) فیصد بدھ ہیں۔ باقی دو (۲) فیصد میں سارے ملے جلے ہیں۔ باباجانؒ نے فرمایا کہ مطلب ہے کہ وہاں پر ابھی Investment کا چانس ہے۔ کسی دوسرے مذہب پر بات ہو تو وہاں عصبیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم نہیں جی ہم ہندو ہیں۔ ہم کیوں جائیں۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک کی تقریریں سنتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، اور اُٹھ کے چلے جاتے ہیں۔ مسلمان تو کوئی نہیں ہوتے۔ وہ نقطے پر Appreciate کرتے ہیں کہ واہ Very good۔ سارے بیٹھتے ہیں اس پر لیکن اندر والی بات جو ہے اس پہ نہیں آتا کوئی۔ اس کو Touch کرنے والا مثالہ بھی ہونا چاہیے۔ جو اس پر Knock کرے کہ Inside جاگ جائے۔ وہ ذاکر نائیک ہے۔ اس کے نقطے بڑے اچھے ہیں۔ تقریریں اور کتابیں ایک دو ادھر ہمارے پاس بھی آئی تھیں۔

(کتابوں کی بات چل نکلی۔ باباجانؒ فرمانے لگے) 'رحمۃ للعالمین' کتاب ہے وہ قاری یا قاضی منصور سلمان پوریؒ ہیں یا ایسے ہی کچھ نام تھا۔ وہ بھی بڑی Authentic ہے۔ اس میں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی تاریخ نو (۹) ربیع الاوّل لکھی ہے کہ وہ اس تاریخ کو سوموار بنتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ تقویم کے اعتبار سے سوموار وہ نو (۹) ہی بنتا ہے۔ بارہ (۱۲) نہیں ہے۔ مصر میں کسی نے یہ کہا تو انہوں نے لکھا ہے اسے۔

چلو یہ تو ضمنی بات ہے کہ مسلمان اتفاق کرلیں کہ نو(۹) ہے یا بارہ (۱۲) ہے یہ تو کوئی بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ ٹھیک طریقے سے منائیں۔ میں نے یہ کتاب پہلے بھی پڑھی تھی۔ ابھی آئی ہے تو تینوں جلدیں اکٹھی ہیں، اب یہ ایک ہی جلد میں ہیں۔ یہ دوسری جو سیرت النبی ﷺ (لائبریری میں موجود شاید مولانا شبلی نعمانیؒ کی کتاب کی طرف اشارہ ہے) تو سات آٹھ جلدوں میں ہے۔ یہ بڑی اچھی ہے اس میں بڑا Material ہے۔ '**زیرو پوائنٹ**' بھی آئی تھی یہ بھی بڑی اچھی ہے۔ بابا جانؒ نے راقم سے پوچھا۔ پڑھی ہے یہ؟ راقم نے جواب دیا کہ نہیں بابا جان یہ بھی نہیں پڑھی۔ فرمایا کہ پڑھنا! یہ بھی بڑی اچھی ہے۔ جاوید چوہدری بڑی اچھی باتیں کرتا ہے۔ آج کل ایکسپریس میں آ گیا ہے۔ پہلے نوائے وقت میں تھا۔ کالم بڑے اچھے لکھتا ہے۔

موضوع کی طرف بات آئی۔ فرمانے لگے کہ: اب یہ بات کہ فلاں بندہ ایسے بن گیا، ویسے بن گیا۔ وہ ایک ہی بنا۔ اب ہمارا کیوں نہیں بن سکتا۔ وہ کسی ملک کا ایک بن گیا بڑا۔ وہ سارا ملک کیوں نہیں بن گیا؟ وہ ایک بندہ بنا۔ جس کو اللہ چاہتا تھا وہ بنا۔ یہاں بھی کئی ہیں۔ ایدھی۔ دیکھو ایدھی ہمارا ہی بندہ ہے۔ یہ حکیم سعید۔ یہ سب ہمارے تھے۔ یہ ایسے کیسے آئے۔ ٹوٹے ہوئے بوٹ پہنے۔ بستر بھی کرائے پہ۔ میز بھی کرائے پہ لے کر شروع کیا۔ اب وہ Empire built کر کے گئے ہیں۔ دنیا میں نام ہے۔ یہ تو ہوتا رہتا ہے۔ وہ اللہ میاں جس کو اٹھانا چاہتا ہے اس کا ہوتا ہے۔ اب یہ تو نہیں ہے کہ سارا ملک ہی ایسا ہی ہو جائے۔ اوپر وہ جو نمبرون چیز ہے وہ اللہ ہے۔ اس کی منظوری ہو تو وہ بندہ اُٹھتا ہے۔ اُس کی منظوری ہو تو بات اِس کے کان میں پڑ جاتی ہے۔ وہ اسے پکڑ لیتا ہے۔ ویسے نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا Element جو ہے وہ نمبرون ہے۔ سب سے اوپر وہ ہے۔ وہ جب چاہتا ہے تو ایسا ہوتا ہے۔

تلاشِ حق بھی بڑی زبردست کتاب ہے۔ یہ امام غزالیؒ کا بتاتی ہے کہ ان کا Travel کیسے ہوا۔ Mind change کیسے ہوا؟ وہ Mind ایسے ہی نہیں Change ہوا وہ وہاں سے چلے۔ فلاسفر بھی بنے، عالم بھی بن گئے، پھر اندر جھانکا تو معلوم ہوا کہ کچھ نہیں ہے۔

وہ بغداد کا مدرسہ نظامیہ جو تھا وہاں سے چل پڑے۔اس کے وہ چانسلر تھے۔بادشاہ بھی آ کے بیٹھتے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ جب اندر دیکھا تو اندھیرا ہی تھا۔مزا نہیں آیا۔وہاں سے بھاگنے کو جی چاہا تو وہ جانے نہیں دیتے تھے۔وہ زبان بند ہوگئی۔پھر سارا کچھ چھوڑ کے بھاگ گئے۔پھر بناوہ کام جو چاہیے تھا۔ذکر کرتے رہے، فکر کرتے رہے، اورسفر کیا۔وہ بڑی اچھی زبردست کتاب ہے۔ ایسے ہی میں کہیں شہر گیا ہوا تھا کتابیں دیکھتے دیکھتے مل گئی، بڑی پسند آئی۔

باقی وہ قصے، وہ شریعت کے معاملات، اورعقائد وہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن وہ Internal سفر جو ہے کہ وہ کیسے ہوا، کیسے کیسے چلا، کہیں تسلی ہوئی نہیں ہے۔پھر تصوف کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہی حضورﷺ کا طریقہ ہے۔یہی اصل طریقہ ہے۔اس پہ آ کے ان کا اطمینان ہوا۔واپس آ کے یہ 'کیمیائے سعادت' اور 'بدایة النہایة' بڑی کتابوں کا کام ہے یہ لکھیں۔'**احیاء العلوم فی الدین**' وہ لکھی۔بڑا زبردست Mind تھا۔ Logically بات کی۔

باباجانؒ نے راقم سے پوچھا کہ '**کیمیائے سعادت**' تو پڑھی ہوگی آپ نے اور یہ شاہ ولی اللہ کی کتاب '**حجة البالغه**' دونوں بڑی زبردست کتابیں ہیں۔ان میں سے کچھ مجلّہ میں بھی پرنٹ ہوتی رہیں۔ایک پہلی گم ہوگئی، پھر یہ دوسری منگوائی ہے کہیں سے۔اچھی مل گئی۔ وہ 'سیرت النبیﷺ' بھی بڑی اچھی تھی، وہ ایسے ہی دو تین کا پیاں آئی تھیں۔کوئی نہ کوئی تو درج ہو گی ہمارے پاس۔ممتاز مفتی کی '**لبیک**' میں بڑا اچھا انہوں نے لکھا کہ قدرت اللہ شہاب کے ہاں اولاد نہیں تھی۔اس مفتی نے لکھا ہے کہ ایک ایڈوکیٹ نے اس کو خط لکھا۔قدرت اللہ شہاب کو ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اولاد نہیں ہوسکتی۔خط میں وہ ایڈوکیٹ کہتا ہے کہ میں تہجد گزار ہوں، یہ ہوں، اور وہ ہوں۔اتنے برسوں سے میں نے۔۔۔میری آپ سے ملاقات نہیں ہوئی مگر مجھے لگتا ہے کہ آپ اچھے آدمی ہیں تو میں نے آپ (قدرت اللہ شہاب) کے لئے دعا کی۔میں نے کہا کہ اللہ میاں اسے اولاد دے! تو میری دعا قبول ہوگئی۔اللہ میاں نے منظوری دے دی۔

بچہ میری گود میں ڈالا گیا کہ لے یہ اس کا بچہ ہے۔اس کو بتا دو تو اس نے بتا دیا کہ تمہارے ہاں بیٹا ہوگا۔ بچہ اللہ نے عطا کیا۔ یہ ویسے غائبانہ ہی ہے۔ جانتا نہیں ہوں۔ ویسے دل میں آیا کہ بڑے اچھے بندے ہیں تو اللہ میاں اولاد دے دے تو میری دعا قبول ہوگئی۔اس قدرت اللہ شہاب کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ایک ہی بیٹا تھا۔شاید ثاقب نام تھا۔ایسے معاملات بھی چلتے ہیں۔ڈاکٹروں نے جو مرضی کہا ہوا ہے کہ تمہیں نہیں ہونا، لیکن ہو گیا۔

اسی طرح ہمارے یہ ترمذی صاحب جو ہیں ان کے ہاں بھی وہی ایک بیٹا ہوا۔ یہ دل آ رہا ہے۔(ترمذی صاحبؒ کے ہاں شادی کے پچیس سال بعد بیٹے کی پیدائش والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو کتاب '**فرمودات فقیر**' میں لکھا ہوا ہے۔کسی کا فون آیا تو فون پر بات کے دوران بابا جانؒ نے کسی خانگی جھگڑے پر لطیفہ سنایا۔فرمانے لگے کہ میاں بیوی میں سے جب ایک گرم ہو تو دوسرے کو خاموش رہنا چاہیے ورنہ لڑائی بڑھ جاتی ہے۔

وہ ایک بندہ تھا گورا۔اس کی بڑی اچھی صحت تھی۔بوڑھا ہو گیا کوئی ستر (۷۰) سال کا ۔ لال سُرخ رنگ، بڑا Healthy۔اس سے کسی نے پوچھا کہ بابا جی آپ کی صحت کا کیا راز ہے؟ کہتا ہے کہ ہم نے شادی کی تھی، تو ہم نے عہد کیا تھا کہ جب ایک ساتھی لڑائی لڑے تو دوسرا خاموش ہو جائے اور باہر چلا جائے تازہ ہوا میں۔سیر وغیرہ کرے لیکن آگے سے جواب نہ دے۔ پوچھنے والا کہتا ہے کہ پھر؟ وہ گورا کہتا ہے کہ میں زیادہ تر تازہ ہوا میں رہا ہوں۔اس لئے میری صحت اچھی ہے۔وہ لڑتی رہی اور میں باہر نکل جاتا۔ایک لڑ رہا ہے تو دوسرے کو ذرا Patience دکھانی چاہیے کہ چلو کوئی بات نہیں آج یہ لڑ رہا ہے تو کر ہی لے تھوڑا بہت۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام: چوہدری محمد حسین

مورخہ: 28.06.1991

السَلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله !

میں نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بہتری کیلئے اپنی صوابدید کے مطابق بہترین آدمیوں کو مجاز مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اپنے مشن کیلئے ایثار اور خلوص سے عمل کرنے کی ہمت عطاء فرمائے۔ آمین۔

چوہدری صاحب! ہمارے سلسلہ میں اللہ کی رحمت سے کوئی بھی فرد خالی نہیں ہے۔ کسی عظیم مقصد کے حصول کیلئے جو گرما گرمی ہوتی ہے اس میں ذرا کمی آ گئی تھی، اب انشاءاللہ پھر بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ آپ کے خیالات اور احساسات اتنے نفیس ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ اخلاق کے اعلیٰ درجوں تک ترقی نہ کریں۔ احساس اور سوچ ہی انسان کی اصلی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں نہ کہ اُس کا ظاہر۔ وہی یہ بات کہ گناہ کی رغبت ہی ختم ہو جائے، یہ تقویٰ کی انتہا ہے۔ ہم سالکین کو قدم بقدم چلنا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کا کامل ترین نمونہ عطاء فرمایا کہ اُن کی کوئی ایک ہی صفت کو کماحقہ، اپنی ذات میں پیدا کرنا چاہیں تو نہ ہو سکے۔ مقصد بھی یہی ہے۔ نمونہ ہونا ہی ایسا چاہیے جو نا قابلِ حصول ہوتا کہ جتنے بھی بلند ہو جائیں، جتنی طویل عمر ہو پھر بھی جدوجہد اور تگ و دو ختم نہ ہونے پائے اور سالک مسلسل اپنی اصلاح اور ترقی کیلئے کام کرتا رہے اور اسی میں خاتمہ ہو جائے۔

برادرم سندھو صاحب بڑے مجاہد اور بزرگ بھائی ہیں۔ بانی سلسلہؒ کے خاص آدمی ہیں۔ وہ حلقہ کیلئے بہت محنت سے کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اور آپ سب بھائیوں کو اپنی خصوصی رحمت اور عنایت سے نوازے۔ آمین۔

گوجرانوالہ کے بھائی جولائی کے وسط میں برادرم کلیم اللہ صاحب کی حج سے واپسی کے بعد ایک چھوٹے اجلاس کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ بڑا اچھا موقع ہوگا، کافی بھائیوں سے ملاقات ہوجائے گی۔ آپ خط باقاعدگی سے لکھا کریں یہ ضروری ہے۔ جب عدالتیں بند ہونگی تو تعطیل کے دوران اسلام آباد اور پشاور جانے کا پروگرام ہے تفصیلات سندھو صاحب سے مل سکیں گی۔

والسلام

مورخہ: 02.11.1991

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه !

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا۔ سالانہ اجتماع کا منعقد ہونا، اللہ تعالیٰ کے کرم کا صدقہ تھا۔ مزید برآں اُس کی رحمت اور بخشش سے ہماری اُمیدوں سے زیادہ برادران کی حاضری ہوئی اور ہر لحاظ سے پُر رونق اور فیوض و برکات سے بھرپور اجتماع تھا۔ یہ بھائیوں کے انتہائی خلوص کی بدولت ممکن ہوا۔ الحمدللّٰه !

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مل کر اپنے پیارے مرشد کی تعلیم پر خود عمل کرنے اور اسے آگے تک پھیلانے کی ہمت اور توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ آپ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت کے بارے میں ضرور اظہارِ خیال فرمائیں۔

مورخہ: 04.02.1995

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه !

بھتیجے کے ایکسیڈنٹ کی خبر تو مجھے ہوگئی تھی لیکن بیٹے کا خط مجھے نہیں ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ عزیز کو صحت عطا فرمائے۔ ریڑھ کی ہڈی کی چوٹ بڑی خطرناک اور نازک ہوتی ہے۔ اللہ فضل و کرم فرمائے اور مزید پریشانی سے بچائے۔ آمین۔ حلقہ فنڈ موصول ہوگیا ہے۔ آئندہ فنڈ کے ساتھ تمام برادران کی فہرست آنی چاہیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون کون بھائی کتنا حصہ ڈال رہا ہے۔

والسلام

عاشق وہ بھی تھے، عاشق ہم بھی ہیں

(محمد اسلم شیخوپوری)

کیا صرف جلسے اور جلوس، چراغاں اور شیرینی، نعتوں اور تقریروں، جھنڈوں اور بینروں، اونچے بولوں اور نعروں سے تاریخ انسانی کے اس عظیم ترین انسان کی یاد کا حق ادا ہو گیا، جس کی زندگی کا ہر پہلو بے مثال تھا؟ بچپن اور جوانی، تجارت اور سیاست، حاکمیت اور محکومیت، خطابت اور تعلیم و تربیت، سیرت اور صورت غرضیکہ ہر پہلو ہی بے نظیر تھا۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا انسان فیصلہ نہیں کر پاتا کہ آپ ﷺ کو کون سے پہلو کے اعتبار سے بے مثال کہوں؟

معصوم بچپن، بے داغ جوانی، خوش مزاج شوہر، دیانت دار تاجر، سادگی پسند فرمانروا، جرأت مند سپہ سالار، رحم دل فاتح، انسانی نفسیات پر نظر رکھنے والا خطیب، دردمند مصلح، شب بیدار عابد و زاہد، دونوں ہاتھوں سے دوست پر لٹانے والا غنی، بیواؤں کا غم خوار، یتیموں کا نگہبان، کمزوروں کا ساتھی اور مظلوموں کا سرپرست، یہ سارے عنوان آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو ہیں۔ آپ ﷺ کے اصحاب نے یہ سارے پہلو تمام تر جزئیات کے ساتھ آنے والوں کیلئے اس طرح محفوظ رکھے ہیں کہ ان کے حافظے پر بھی رشک آتا ہے اور ان کے بے پناہ عشق و محبت پر بھی۔

عاشق وہ بھی تھے، عاشق ہم بھی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کا عشق ان کے عمل سے ظاہر ہوتا تھا۔ ہمارا عشق باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ انہیں بتانا پڑتا تھا وہ عاشق ہیں۔ ہمیں بتانا پڑتا ہے کہ ایں جناب بھی عاشق رسول ہیں۔ بتائے بنا کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا ہم بھی اپنے نہاں خانہ قلب میں یہ مقدس چنگاری رکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا اہتمام عبادت، معاملات کی درستی، مساجد کی ظاہری اور باطنی تعمیر سے دلچسپی، جذبہ جہاد، باہمی محبت، شوق شہادت، حسن معاشرت، گناہوں سے اجتناب، اکل حرام سے پرہیز اور ہر ہر شعبے میں اتباع سنت ان کے عشق کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتی تھی۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پانچ باتیں سارے صحابہ کرام اور تابعین میں مشترکہ طور پر پائی جاتی تھیں۔ جماعت کا التزام، سنت کی اتباع، مساجد کی تعمیر، قرآن کی تلاوت اور جہاد فی سبیل اللہ جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کا یہ عالم تھا مرد تو مرد، عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہ رہتی تھیں۔ ایک موقع پر حضرت اُم ورقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے یہ کہہ کر جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی کہ میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید مجھے درجہ شہادت حاصل ہوجائے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا گھر ہی میں رہو۔ اللہ تمہیں وہیں شہادت دے گا۔ یہ معجزانہ پیش گوئی کیوں کر غلط ہوسکتی تھی؟ ان کے اپنے ہی غلام اور لونڈی نے بے وفائی کرتے ہوئے انہیں شہید کردیا۔

میزبان رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ یوں تو سارے غزوات میں شریک رہے، مگر ان کی زندگی کا یادگار سفر وہ تھا، جب انہوں نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں قسطنطنیہ کے جہاد میں حصہ لیا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ بیمار ہوگئے، امیر لشکر جب عیادت کیلئے حاضر ہوئے تو پوچھا کوئی ضرورت ہو تو فرمادیجئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو میری طرف سے سلام کہو اور ان سے کہو ابوایوب تمہیں وصیت کرتے ہیں کہ تم دشمن کے خلاف آخری حد تک چلے جاؤ اور مجھے بھی ساتھ لے چلو اور قسطنطنیہ کے فصیل کے پاس مجھے دفن کردینا۔ یہ وصیت کرنے کے بعد آپؓ مالک حقیقی سے جاملے۔ مسلمانوں نے ان کی نعش وصیت کے مطابق فصیل شہر کے پاس دفن کردی۔

ایک قسم کے عاشق وہ تھے، جن کا بڑھاپا بھی وقف جہاد تھا ایک قسم کے عاشق ہم ہیں جن کی جوانیاں راگ و رنگ میں گزر جاتی ہیں۔ ایک وہ تھے جن کے لاشے بھی دشمن کی طرف بڑھتے چلے جاتے تھے۔ ایک ہم ہیں جن کا وجود زمین پر چلتے پھرتے لاشوں کی مانند ہے۔ دشمن ہماری بیٹیاں اُچک لے جاتے ہیں مگر ہمیں دَم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ہمارے بیٹوں کو ہماری ہی زمین پر دن دیہاڑے بے دردی سے قتل کردیا جاتا ہے، مگر ہم قصاص تک کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔

ایک وہ تھے جن کی محبت اور نفرت کا معیار اللہ تعالیٰ کی رضا اور نا راضی تھا۔ایک ہم ہیں جن کی محبت کا معیار دھن و دولت، عہدہ، منصب، فرقہ، قبیلہ، رنگ اور زبان ہے۔ایک وہ تھے جن کے گھروں سے شب کے سناٹے میں گریہ و بکاء اور ذکر و عبادت کی آوازیں آتی تھیں۔ایک ہم ہیں جن کے گھر رات گئے تک موسیقی کی منحوس آوازوں سے گونجتے رہتے ہیں۔ایک وہ تھے جو بہن اور بیٹی کی ناموس کی حفاظت کی خاطر جان تک قربان کردیتے تھے۔ایک ہم ہیں جو بہنوں اور بیٹیوں کی ردائے عصمت تار تار کرنے کے لئے خود بے تاب رہتے ہیں ایک وہ تھے جن کے پیٹ میں غلطی سے چند مشتبہ لقمے چلے جاتے تو قے کئے بغیر انہیں سکون نہ آتا تھا۔ایک ہم ہیں جن کا لباس جن کی غذا جن کی گاڑی، جن کا بنگلہ کروفر، سیر سپاٹے اور شان و شوکت سب رزق حرام کے کرشمے ہیں۔

ایک وہ تھے جو اتباع سنت کے ذریعے ہر دن اور ہر رات جشن میلاد مناتے ہیں۔ایک ہم ہیں جو سال بھر ایک بار چند ظاہری رسمیں ادا کر کے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ایک وہ تھے جن کے دل عشق رسالت مآب سے چمکتے اور مہکتے تھے۔ایک ہم ہیں جن کی کوٹھیاں اور دفاتر قمقموں سے روشن ہوتے ہیں مگر دلوں میں ایک ایسی ظلمت کا راج ہوتا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دیتا۔ایک وہ تھے جو آپس میں مہربان اور دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار تھے۔ایک ہم ہیں جو باہم دست و گریباں اور دشمن کیلئے ریشہ خطمی ہیں۔

نہیں دوستو نہیں! کسی کے عشق و محبت کا انکار مقصود نہیں۔یقیناً عاشق ہم بھی ہیں وہ بھی تھے مگر بہت فرق ہے۔بہت فاصلہ ہے۔بہت بُعد ہے۔شاید اتنا جتنا مشرق و مغرب میں ہے۔اپنے عشق کو معتبر بنانے کیلئے ہمیں عشق صحابہؓ کو معیار تسلیم کرنا ہوگا۔یہی معیار سچا بھی ہے اور کامل بھی باقی سب باتیں ہیں، ڈائیلاگ ہیں، لفاظی ہے، نعرے ہیں دعوے ہیں کسی ثبوت اور دلیل کے بغیر۔

(بشکریہ ضرب مومن)

اللہ کی محبت کا حصول بذریعہ اتباع رسول ﷺ

(عبدالقیوم ہاشمی)

قرآن کریم میں ارشادربانی ہے:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

ترجمہ: اے حبیب ﷺ لوگوں کو بتادیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہوتو میری اتباع کرو۔(پھر)اللہ تعالٰی تم سے محبت کریں گے۔

اس آیت مبارکہ سے پہلی بات جو بالکل عیاں ہے وہ یہ کہ نوع انسانی خواہ علوم وفنون میں جتنی مرضی ترقی کرلیں لیکن اللہ کی محبت اور قرب کے حصول کے لیے اتباع رسول ﷺ ہی واحد راستہ،طریقہ اور وسیلہ ہے۔اللہ نے ہمیں یہ بات قطعی طور پر سمجھادی کہ اتباع رسول ﷺ کے بغیر محبت الٰہی کا دعویدار رجھوٹا ہے۔مزید برآں یہ کہ اللہ کی محبت (یعنی تعلق باللہ) میں ترقی کے لیے تمام انسان روزقیامت تک اتباع رسول ﷺ کے محتاج ہیں۔

اس لیے بحیثیت مسلمان ہماری زندگی کا نصب العین اتباع رسول ﷺ ہی ہونا چاہے کیونکہ تعلق باللہ کی مضبوطی اسی سے مشروط ہے۔یادرکھیئے اگر کوئی شخص دنیا کی تمام کامیابیاں بھی اپنے دامن میں سمیٹ لے مگراس کا اللہ سے تعلق مضبوط نہ ہوتو اللہ کی نظر میں ایسا شخص ناکام ہے اورآخرت میں خسارااٹھانے والوں میں شامل ہوگا۔

برادران کرام یقین جانیے اللہ سے تعلق اور محبت میں ترقی کرنا دراصل سب سے بڑا روحانی مقام ہے۔اس لیے اتباع رسول ﷺ کے تقاضوں کو پورا کرنا ہم پر لازم ہے پھر یقیناً ہم اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہوجائیں گے۔انشاءاللہ۔

سب سے پہلے ہمیں اطاعت رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کے فرق کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے۔اتباع اور اطاعت میں یہ فرق ہے کہ اطاعت کا مطلب دیے گئے حکم کی تعمیل کرنا ہے مگر اتباع کا مطلب پیروی کرنا ہے، چاہے اس کام کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔

عربی میں تبیعہ گائے کے اس بچے کو کہتے ہیں جو اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔جس طرح وہ گائے کا بچھڑا اپنی ماں کے نقش قدم پر بےخوف وخطر چلتے ہوئے نشو نما پاتا ہے۔اتباع کو بھی اسی مفہوم میں سمجھنا چاہیے۔

جس طرح ہم نماز، روزے اور حج میں اتباع سنت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں بعینہ اخلاق و کردار میں بھی اتباع سنت مطلوب ہے۔اس لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے، جس کا اخلاق اچھا ہے۔مومن کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''بندے کو اللہ کی طرف سے جو کچھ ملا ہے اس میں حسن اخلاق کا عطیہ سب سے بڑھ کر ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لوگوں نے رسول کریم ﷺ کے اوصاف کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''کیا تم نے قرآن کا مطالعہ نہیں کیا ہے''۔حضور ﷺ کا خلق قرآن ہی ہے'' گویا قرآن کے مثالی انسان کا مثالی نمونہ حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک ہے اور مسلمانوں کو حضور اکرم ﷺ کے اسوہ مبارک کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔فرمایا:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ

اس طرح قرآن نے درحقیقت ہر مومن کے لیے لازم کیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی سیرت کی خصوصیات کا عکس اپنی سیرت میں پیدا کرنے کی کوشش کرے۔چنانچہ قرآن اور سیرت پاک جو نقشہ ہمارے سامنے بنائے گا وہ مومن کے ایسے کردار کا خاکہ تیار کرتا ہے

جسے مومن کا قرآنی خاکہ کہہ سکتے ہیں۔اس خاکے کی روشنی میں عمل پیرا ہونے سے انسانی کردار میں ایک ایسا رنگ بھر جائے گا جسے "صبغۃ اللہ" کہا جا سکتا ہے۔قرآن کا بیان کردہ مومن بلند درجہ کا موحد انسان ہوتا ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ یا اسکی صفات میں کسی کو شریک نہیں بناتا اور اپنی تمام امیدیں اور عبادتیں صرف اللہ ہی سے وابستہ اور مخصوص رکھتا ہے۔

اتباع رسول ﷺ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے اپنے مطلوبہ محبوب بندے اور مومن کی صفات کو قرآن میں جا بجا بیان فرمایا ہے۔سورہ فرقان، سورہ لقمان، سورہ توبہ، سورہ بقرہ اور سورہ مومنون بالخصوص ان صفات کو تفصیل سے بیان کرتی ہیں۔احادیث کا ذخیرہ اسکے علاوہ ہے۔اللہ کے محبوب بندوں کی تصویر ان آیات قرآن نے کچھ اس طرح کھینچی ہے:

۱) وہ راتوں کو جاگ کر اللہ کی بندگی بجالاتے ہیں

۲) وہ بدکاری (زنا) سے اجتناب کرتے ہیں

۳) وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے

۴) ان کی نمازوں میں خشیت الٰہی کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

۵) وہ امانتوں اور وعدوں کے امین اور محافظ ہوتے ہیں۔

۶) وہ زمین پر تکبر سے نہیں چلتے۔

۷) وہ معاملات میں اعتدال و توازن اختیار کرتے ہیں۔

۸) وہ اللہ کو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے ہر حال میں یاد کرتے ہیں۔

۹) وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے سختی سے پابند ہوتے ہیں۔

۱۰) وہ باہمی محبت کرنے والے۔خدا ترس، کھرے، حق گو۔صابر و شاکر اور ہر وقت توبہ و استغفار کرنے والے ہوتے ہیں۔

۱۱) وہ سب سے زیادہ شدید محبت اللہ سے ہی کرتے ہیں۔

۱۲) وہ رکوع وسجود کے متلاشی اور نیک لوگوں کی رفاقت اختیار کرتے ہیں۔

۱۳) وہ خود کھانے کی ضرورت ہوتے ہوئے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔

۱۴) وہ غصہ کی حالت میں بھی معاف کر دیتے ہیں اور غصہ کو دبا لیتے ہیں۔

۱۵) وہ اللہ سے ملاقات کے بہت مشتاق ہوتے ہیں۔

۱۶) وہ فحش، جھوٹ، غیبت، بہتان، کردارکشی، وعدہ خلافی، خیانت، ملاوٹ، ظلم وستم، بخل، اسراف، حسد، کینہ سے خود کو بچاتے ہیں۔

۱۷) انکا اظہارِ عبودیت، قربانی کرنا، حتیٰ کہ جینا اور مرنا خالصتاً اللہ کے لیے ہوتا ہے

۱۸) وہ زمین وآسمانوں اور خود اپنی پیدائش اور تخلیق پہ غور وفکر کرتے ہیں

۱۹) وہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہر حکم پہ خوشی خوشی عمل کرتے ہیں۔

۲۰) وہ ہر طرح کے جانی و مالی نقصان پر صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا قرآنی احکام پر عمل کرنے سے اخلاقِ محمدی ﷺ کا حصول ممکن ہے اور یوں اتباعِ رسول ﷺ کے تقاضے تکمیل پا جاتے ہیں اور ایسا مومن اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات بھی آیاتِ قرآنی سے اخذ شدہ ہیں اسلئے میں سب بھائیوں سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کو خصوصی اہمیت دیں۔ کیوں کہ یہ عین قرآن وسنت کے مطابق ہیں تا کہ ہم بھی چلتے پھرتے قرآن کا نمونہ بن جائیں اور اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جائیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔

اقصیٰ کے آنسو

(مرسلہ:فہدمحمود)

دھندلائی حقیقتیں:

وقت کی گرد کیسی کیسی حقیقتوں کو دھندلا دیتی ہے! جب کسی چیز کے وارث ہی اس سے غافل ہوجائیں تو کس بے دردی اور صفائی سے وہ چیز ان سے چھین لی جاتی ہے! اس کی مثال دُنیا کی مقدس تاریخی عمارت مسجد اقصیٰ ہے۔ مسجد اقصیٰ کو جلیل القدر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی جبین نیاز کا بوسہ لینے کا شرف حاصل ہے۔ یہاں وحی کا نزول ہوتا رہا، قرآنی شہادت کے مطابق برکات آسمانی بے پایاں رحمت کی شکل میں اس کی مقدس چاردیواری میں اترتی رہیں، یہیں سے ربّ العزت اپنے آخری نبی کو معراج پر لے گئے، یہ مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے اور یہاں ایک نماز کا ثواب ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار نماز کے برابر ملتا ہے۔

القدس شریف ہمارا وہ عظیم ورثہ ہے جس کے محافظ و خادم کا منصب خالقِ کائنات نے ہم مسلمانوں کو بخشا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے جب اس مقدس عبادت گاہ کی حرمت کا تحفظ نہ کیا، اس کی پاکیزہ فضاؤں کو اپنے زہریلے گناہوں سے آلودہ کیا اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے تو اللہ کریم نے انہیں مقام ''اجتبائیت'' سے معزول کر کے اُمت محمدیہ کو یہ عظیم منصب سونپ دیا۔

اس دن سے ... جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نصرت الٰہی سے القدس شریف فتح کیا.. یہ بارِ امانت ہماری غیرت کا امتحان ہے۔ ہمارے ایمان کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ اس کے تحفظ میں ہماری ترقی و بقاء کا راز مضمر ہے اور اس کے تقدس پر حرف آیا تو ہم سے ''**اجتبائیت**'' کا منصب چھن جانے کا خطرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان! ہم ایسے دور میں جی رہے ہیں جب یہود بے بہبود کے ناپاک قدم

اس کی دہلیز تک آ پہنچے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب حق و باطل کا جو عظیم معرکہ بپا ہوگا، ہم اس میں اہلِ حق کے دست و بازو بن کر اس اجرِ عظیم کو حاصل کر سکتے ہیں، جو نیک بختی و خوش قسمتی کی بہت بڑی علامت ہے اور جو ہماری نجات کا ضامن اور مغفرت کی ضمانت بن سکتا ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم میں کوئی ایوبی نہیں، جس کی قیادت میں معرکہ لڑا جائے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم میں ایوبی بہت ہیں لیکن کوئی سلطان نورالدین زنگی نہیں، جو صلاح الدین کو سلطان صلاح الدین ایوبی بنائے۔ہم میں قدیر خان بہت ہیں لیکن انہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان بنانے والے نہیں۔البتہ کوڑی کا کوئی لعل اپنی ذاتی کوششوں سے چمکتا ستارہ بن جائے تو اس کی حوصلہ شکنی اور ناقدری کا رواج عام ہے۔یہ بربادکن روش ترک کر کے ہمیں جوہر قابل کی حوصلہ افزائی اور مردم سازی کی روایت آگے بڑھانی چاہیے کہ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔

دجالِ اکبر اس کائنات کا عظیم ترین فتنہ ہے۔اس فتنے کا مرکز و محور بھی القدس کی سرزمین ہوگی اور اس کا خاتمہ و بربادی بھی یہیں ہوگی۔اس فتنے کا آغاز تو کھلی آنکھوں نظر آرہا ہے اور جو لوگ تقویٰ و جہاد پر کاربند رہے وہ اس کا انجام بھی دیکھ لیں گے۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس فتنہ اکبری کے خلاف برسرِ پیکار عظیم انسانوں کے ہم سفر و ہمدم ہوں گے۔

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔اس کی حفاظت و خدمت اور ناپاک صلیبیوں اور غلیظ صہیونیوں سے اس کا تحفظ ان کا اوّلین فرض ہے۔لیکن اس کا تعلق اب اس سے اتنا رہ گیا ہے کہ سال میں ایک دفعہ واقعہ معراج کے حوالے سے وہ اس تاریخی مقام کا تذکرہ کر لیں یا اسرائیل کی طرف سے اس کی بے حرمتی کی خبر نشر ہونے پر اونگھتے ہوئے شخص کی طرح آدھے سوتے اور آدھے جاگتے سن لیں، بس اتنا کافی ہے.....اس سے آگے کا نہ کبھی ان کے ذہن میں کوئی خیال آتا ہے اور نہ کبھی اس سانحے کا احساس ہوتا ہے، جو ان کے جیتے جی رونما ہو چکا ہے۔دنیا کی مردود و مبغوض ترین قوم یہود نہ صرف ارضِ فلسطین پر تسلط جما چکی ہے

اور باہر کے مسلمانوں کا یہاں داخلہ ممنوع قرار دیا جا چکا ہے بلکہ مسجد اقصیٰ کے گردان کی کئی قسم کی سرگرمیاں اور مذہبی رسومات جاری ہو چکی ہیں۔ وہ تو شکر ہے کہ آج فلسطینی مسلمان کم از کم وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن جس منصوبہ بندی سے یہودیوں کی پیش قدمی اور حالات پر گرفت مضبوط کرنے کا عمل جاری ہے اور جس کمال بے نیازی اور بے حسی کا مسلمان حکمران مظاہرہ کر رہے ہیں اس کو دیکھ کر لگتا ہے کہ خاکم بدہن کہیں وہ وقت نہ آجائے جب صہیونی ریاست (Greater Israil) کو پایہ تکمیل پہنچانے کیلئے سرگرم یہودی اس اسلامی ورثے میں مسلمانوں کا داخلہ بند کر کے اسے مکمل طور پر یہودی عبادت گاہ قرار دے دیں۔

صورتحال کی سنگینی:

آج ہم واقعہ معراج کی یاد بہت گرم جوشی اور شان وشوکت سے مناتے ہیں لیکن افسوس کہ اسراء ومعراج کے سنگم "**مسجد اقصیٰ**" کے یہودیوں کے پاس چلے جانے کا غم، اس دن کو کوئی نہیں مناتا۔ اس روز ہماری مساجد جگمگا رہی ہوتی ہیں لیکن عین اس وقت مسجد اقصیٰ پر اندھیروں اور صہیونی تسلط کا راج ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں عظیم الشان محفلیں منعقد ہو رہی ہوتی ہیں، لیکن مسجد اقصیٰ کی سوگوار فضاء میں ویرانی ڈیرہ ڈالے ہوتی ہے۔ شب معراج کو ہمارے مذہبی معاشرے میں مرکزی حیثیت دی جاتی ہے لیکن مقام معراج کے تحفظ اور اس کی خاطر جہاد کرنے والوں کو ضمنی درجہ بھی نہیں دیا جاتا۔ ہمارے خطیب حضرات واقعہ معراج کی تفاصیل اور اس رات کی فضیلت سناتے سناتے صبح کر دیتے ہیں لیکن بیت المقدس پر جو شب غم چھائی ہے اس کی صبح کب اور کیسے ہوگی؟ اس کا نہ کوئی ذکر کرتا ہے، نہ اس کے اندھیرے کو کم کرنے اور صبح کی کرنوں کا راستہ بنانے کی فکر ہوتی ہے۔ یہودیوں کا اصرار ہے کہ مسلمان القدس شریف سے دستبردار ہو کر یروشلم سے باہر ابودیس نامی گاؤں کو مقدس مان لیں، اس کیلئے وہ فلسطینی مسلمانوں پر ہر طرح کا دباؤ ڈال رہے ہیں، ظلم وجبر کر رہے ہیں لیکن ہمارے دانشوروں اور رہنماؤں کو اس کا

علم ہے نہ اس کے توڑ کیلئے کچھ کرنے کا شعور۔یہودیوں نے فلسطین کی حدود کو مسلمانان عالم کیلئے مکمل طور پر سیل کر دیا ہے، باہر کا کوئی کلمہ گو وہاں داخل نہیں ہوسکتا، اندر کے نہتے مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، مسجد اقصیٰ کی ایک دیوار کو انہوں نے اپنی عبادت کیلئے مخصوص کرلیا ہے، حرم قدسی کے مقام پر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کیلئے ان کی منصوبہ بندی روز بروز آگے بڑھ رہی ہے لیکن ہمارے یہاں صورتحال کی سنگینی کا کسی کو ادراک ہے، نہ گولیوں کا مقابلہ پتھروں اور ٹینکوں کا مقابلہ غلیلوں سے کرنے والے فلسطینی مسلمانوں کی تنہائی اور بے بسی کا احساس۔اس عالم میں مسجد اقصیٰ پکارتی ہے: اے اہل اسلام! تمہاری غیرت کو کیا ہوا؟ کیا تم صرف سجدوں پر بخش دیئے جاؤ گے؟ کیا شعائرِ اسلام کے تحفظ کے بغیر تمہاری عزت باقی رہ سکتی ہے؟ کیا مسجد اقصیٰ کے بعد دوسری مساجد محفوظ رہ سکتی ہیں؟ لیکن مسلمان اپنے حال میں مست ہیں۔ان کے خیال میں جمعہ و عیدین میں شرکت اور شب معراج منالینا، اسلام سے مضبوط تعلق کی نشانی ہے۔جس جس نے یہ سب کچھ کرلیا اس سے روز قیامت مسجد اقصیٰ کے تحفظ کیلئے کوئی سوال ہوگا نہ بے دردی سے مارے جانے والے مظلوم فلسطینیوں کے انتقام کیلئے کچھ نہ کرنے پر اس سے پوچھ ہوگی۔نہ یہودیوں کے ظلم کے خاتمے کیلئے کچھ سوچنا ان کے فرائض میں شامل ہے اور نہ روتی چلاتی ماؤں ،بہنوں اور سسکتے کراہتے نوجوان زخمیوں کیلئے کچھ کرنا ان کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔

سکون میں چھپا طوفان:

جس طرح طوفان کی آمد سے قبل سمندر کی سطح پُرسکون ہوتی ہے اسی طرح کچھ عرصے سے فلسطین پر قابض یہودیوں کی طرف سے کوئی بڑی کاروائی نہ ہونا اس جانکاہ حادثے کا پیش خیمہ تھا۔مسجد اقصیٰ میں حالیہ صورت حال یہ ہے کہ امریکہ کے صدر ٹرمپ کے اسرائیل کا دارالخلافہ کو چھ ماہ کے اندر فلسطین شفٹ کرنے کے فیصلے نے کاروبارِ زندگی میں مگن اہل اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور اُمت مسلمہ کو بتا دیا ہے کہ مظلوم فلسطینی مسلمانوں کی دادرسی زبانی

مذاکرات یا کلامی مباحثات سے نہیں، جہاد کے ذریعے شہادت کے راستے سے ہوگی۔ اس کیلئے نہ امریکہ کی طرف دیکھنے سے کوئی فائدہ ہوگا نہ بیان بازی یا مطالبات سے کچھ حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی صلاحیت حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

فلسطینی مسلمانوں میں شوق شہادت کی کمی نہیں، لیکن ان کی جو قیادت عالمی برادری کے سامنے ان کا مقدمہ لڑ رہی ہے، وہ انتہائی نا اہل، جذبۂ جہاد سے محروم اور غیر مخلص ہے، اس نے یہودیوں کے تسلط کا راز جاننے اور اس کے خاتمے کے حقیقی اسباب کو اپنانے اور اس کے لئے فلسطینی مسلمانوں کو تیار کرنے کی بجائے نام نہاد اتھارٹی قائم کر کے مذاکرات اور بات چیت کی جوربیت ڈال رکھی ہے، اس نے مسلمانوں کو بھی دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور کافروں کو بھی اپنے ہاتھ مضبوط کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ فلسطینی عوام اور انکی وہ تنظیم جو علماء وقت اور جذبۂ جہاد رکھنے والے راہنماؤں کی سرپرستی میں کام کر رہی ہے، اسباب ووسائل نہیں رکھتی، عالم اسلام کے صاحب دل لوگوں سے اس کے رابطے نہیں، اور یوں فلسطینی مسلمان بے بس و لاچار اور بے یارومددگار یہودیوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور اللہ کی مبغوض وملعون اور انبیاء کرام کی گستاخ یہودی قوم روز بروز اپنے مکروہ منصوبوں کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔

اس مرتبہ یہودیوں نے جو جارحانہ روّیہ اختیار کیا ہے، وہ ان کے عزائم اور مستقبل کے منصوبوں کا صاف پتہ دے رہا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ مسجد اقصیٰ کے اندر بے تحاشا اور اندھا دھند گولیاں چلادیں اور مسلمانوں کے احتجاج کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے روّیے میں شدت کسی بڑے حادثے کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے یہودی اسرائیل کو اپنا مقصود ومطلوب قرار دے کر اس کیلئے وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی انسان اپنے مقصد کی خاطر کرسکتا ہے جبکہ ان کی کوششوں پر ذلت و رسوائی کی غیبی مہر لگی ہوئی ہے، تو مسلمان اللہ کی رحمت

کے حصول سے اتنے مایوس اور اپنے انجام کی فکر سے اتنے بیزار کیوں ہو گئے کہ وہ فلسطین اور اس کے بے سہارا باسیوں کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں؟؟

حکمرانوں کی عدم دلچسپی:

اس حوالے سے سب سے زیادہ ذمہ داری مسلمان حکمرانوں کی بنتی ہے۔ عوام تو مظاہرہ اور احتجاج کے سوا کیا کر سکتے ہیں! اگر کسی کی بات میں وزن ہے یا کوئی فلسطینی مسلمانوں کے لئے مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے تو وہ حکمران ہیں لیکن وائے افسوس! وہ صاف دیکھ رہے ہیں کہ اسرائیل جبر وستم کی حدوں سے گزر گیا ہے اور اب حکمرانوں کی طرف سے مؤثر آواز اُٹھائے بغیر اس کو لگام دینی مشکل ہے لیکن اس کے باوجود وہ امریکہ کے خوف سے اس بارے میں کچھ نہیں کہتے کہ کہیں دنیا کی واحد سپر پاور ناراض ہو کر ان کے اقتدار کے خلاف سازشیں نہ شروع کر دے...... لیکن قسم خدائے بزرگ و برتر کی! اس سنگین ظلم پر خاموشی اتنا سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کی ایسی شدید ناراضگی کا سبب ہے کہ امریکہ آپ کے اقتدار کا حامی ہو یا مخالف، اس بے حسی کے جرم پر قدرت کی گرفت اس دنیا میں ہی ہو کر رہے گی اور امریکہ کی مخالفت سے اللہ کی پناہ پکڑی جا سکتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کیلئے کوئی جائے پناہ بھی نہیں ملے گی۔

انجامِ گلستان:

اس وقت مسلم اُمہ ایسے انتشار کا شکار ہے اور مسلمان عوام ایسے بے بس ہو چکے ہیں کہ اتنے بڑے اعلان پر چند ایک بیانات اور مطالبات کے علاوہ کوئی قابل ذکر ردِّ عمل سامنے نہیں آیا دوسری طرف تمام بڑی بڑی غیر مسلم طاقتیں اسرائیل کے ساتھ ہیں اور اس کو اتنا مضبوط کر چکی ہیں کہ نہتے فلسطینی مسلمان تو کجا، کوئی عرب یا غیر عرب ملک اس کے خلاف کوئی مضبوط قدم نہیں اُٹھا سکتا، سب مذاکرات پر زور دیتے ہیں اور انکی کامیابی کی تمنا کرتے ہیں، لیکن آج تک اس سے

قبل دنیا میں کسی حقدار کو اس کا حق بات چیت سے نہیں ملا، یہود جیسی مکار قوم مسلمانوں کو اگر ان کا حق زبانی کلامی کوشش سے دے دے تو اسرائیل کے قیام کی ضرورت ہی کیا تھی؟ فلسطینی مسلمانوں نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ جدید ترین اسلحے کا مقابلہ غلیل سے کر رہے ہیں اور ایک ہتھیار ان کے پاس ایسا ہے جو اس وقت کام دیتا ہے جب سارے ہتھیار ناکام ہو جائیں یعنی فدائی حملہ .... سو اس وقت فدائی حملے ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں، مسجد اقصیٰ اگر واپس نہیں لے سکتے تو اس کے لئے جان تو دے سکتے ہیں، سو وہ دے رہے ہیں...... لیکن فلسطین سے باہر دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ صورتحال یونہی رہی تو انجام گلستاں کیا ہوگا؟ فلسطینی مسلمانوں کو اس مشکل وقت میں تنہا چھوڑ دیا گیا تو دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کے خلاف دشمنان اسلام تباہ کن یلغار کے لئے پر تولے بیٹھے ہیں، ان کے تحفظ کی کیا ضمانت رہ جائے گی۔

اے ایوبی کے فرزندو!

کاش! آج کوئی سلطان صلاح الدین ایوبی نہیں جو تاریخ کا رُخ موڑ سکے، لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ مسلم اُمّہ بانجھ ہو چکی ہے۔ آج بھی سلطان صلاح الدین کے جانشین پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ مسلم نوجوانوں میں لہو و لعب کو رواج دینے کی بجائے مقاصد عالیہ کے حصول کی فکر پیدا کی جائے، انہیں فسق و فجور کے رجحانات سے بچا کر جہاد کے ذوق اور شہادت کے شوق سے آشنا کیا جائے، ان میں فحاشی و بے راہ روی کے جراثیم کے پھیلاؤ کی روک تھام کر کے ایثار و تقویٰ کا جوہر پیدا کیا جائے۔ بخدا! آج ایوبی کے کتنے فرزند ہیں جو اس کے جانشین بن سکتے ہیں لیکن انہیں مُردار دنیا کا طالب اور عیش پرستی کا دلدادہ بنا دیا گیا ہے۔ کتنے ہی مسلم نوجوان ایسے ہیں جو اپنے وقت اور صلاحیتوں کو صحیح مصرف میں استعمال کریں تو مسجد اقصیٰ کی

جنت گم گشتہ مسلمانوں کو واپس دلا سکتے ہیں لیکن انہیں عزت وشہادت کے راستے سے ہٹا کر بے مقصد کھیل، تفریح اور فضول مشغولیات میں لگا دیا گیا ہے۔

اے ایوبی کے فرزندو! اپنے مقام اور ذمہ داریوں کو پہچانو! مسجد اقصیٰ کی سوگوار فضاء سے آنے والی صداؤں کو سنو اور بدبخت یہودیوں کو ان کے آخری انجام تک پہنچانے کیلئے کمربستہ ہو جاؤ، ورنہ جیسے یہ دنیا ہم پر تنگ کر دی گئی ہے، کل قبر بھی ایسی تنگ نہ ہو جائے کہ زمین ہماری لاشوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔

اے مسجد اقصیٰ! تجھے عزت بخشنے والے کی قسم! تیرے بیٹے تجھے واگزار کرانے کیلئے جان کی بازی لگا کر رہیں گے۔ اگر تجھ تک نہ پہنچ سکے تو تیرے گرد اپنے خون اور جسموں سے ایسی باڑ ضرور تعمیر کر دیں گے جو تیرے دشمنوں کو تجھ تک نہ پہنچنے دے گی۔

القدس شہر اور مسجد اقصیٰ کی مختصر تاریخ، تعارف اور یہودیوں کے اس کے متعلق باطل دعویٰ کی تردید پیش کی جاتی ہے۔ شاید کسی صاحب ایمان کے دل میں اس ظلم کے خاتمے کیلئے چنگاری پیدا کر دے جو یہود نے برپا کر رکھا ہے۔

القدس تاریخ کے آئینے میں:

القدس، یروشلم کا عربی نام ہے۔ جسے زمانہ قبل اسلام میں ''ایلیا'' بھی کہا جاتا تھا۔ القدس دُنیا کا قدیم ترین شہر ہے۔ یہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں یکساں طور پر متبرک ہے، اس شہر کی آب و ہوا نہایت عمدہ اور صحت افزاء ہے۔ یہاں میوے کثرت سے اور نہایت لذیذ اور شیریں ہوتے ہیں۔ القدس کی جو تاریخ آج کی انسانی دُنیا کو معلوم ہے اس کے مطابق یہ تقریباً ۴۵ صدیاں پرانا شہر ہے۔ یہاں ساڑھے چار ہزار سال قبل عربوں کی ایک شاخ کنعانی اور یبوسی آباد تھے۔ ۲۵۰۰ قبل مسیح انہوں نے یہاں اپنی بستیاں بسائیں اور قلعے تعمیر

کیے۔ پھر ۱۰۴۹ قبل مسیح میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے فتح کیا اور ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ ۵۸۶ قبل مسیح میں یہ اہل فارس کے قبضے میں آ گیا جب بخت نصر نے یہاں یلغار کی۔ یہودیوں کا قتل عام کیا اور جو باقی بچ گئے انہیں غلام بنا کر بابل لے گیا۔ فارس والوں کے یہاں پر اقتدار کا سلسلہ سکندریہ کے قبضہ تک جاری رہا جو ۳۳۲ قبل مسیح میں ہوا۔ ۶۳ ق م میں یہاں رومی قابض ہو گئے۔ ان کے ایک بادشاہ ہیبر ڈوس نے ۱۳۵ء میں اس شہر کو بالکل تباہ کر دیا اور یہاں نیا شہر ''ایلیا کابتولینا'' کے نام سے بسایا۔ رومیوں کے دورِ حکومت میں یہ شہر ''ایلیا'' کے نام سے جانا جاتا تھا اور یہاں عیسائیت کا دور دورہ تھا۔ قسطنطین بادشاہ کی والدہ ملکہ ھیلانہ نے ۳۳۵ء میں یہاں وہ مشہور گرجا تعمیر کیا جو '' کنیسة القیامة '' کے نام سے مشہور ہے۔

۶۱۴ء میں اہل فارس یہاں دوبارہ قابض ہو گئے اور یہاں کے گرجاؤں اور عبادت خانوں کو لوٹ کر ویران کر دیا۔ اس وقت پیغمبر آخرالزماں ﷺ مبعوث ہو چکے تھے اور یہی وہ واقعہ ہے جس پر مشرکین مکہ نے صحابہ کرام کے سامنے فخر ظاہر کیا تھا کیونکہ فارسی مشرک اور ان پڑھ تھے اور رومی مسلمانوں کی طرح اہل کتاب تھے، لیکن قرآن کریم نے پیش گوئی کی کہ عنقریب رومی ظاہری اسباب کے بغیر دوبارہ اہل فارس پر غالب آ جائیں گے چنانچہ یہ پیش گوئی سچی ہوئی اور ہرقل نے ۶۲۷ء میں فارس والوں کو غیر متوقع شکست دے کر یہ شہر فتح کر لیا اور یہاں پھر عیسائیت کا غلبہ ہو گیا۔

(جاری ہے)

اللہ کا ذکر اور قلب انسانی

(عبدالرشید ساہی)

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لیا

علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے کلام میں فرمایا ہے:

قیس دم بھر کیلئے بھی ساتھ ناقے کا نہ چھوڑ
کیا خبر لیلیٰ الٹ دے پردہ محمل کہاں

اللہ تعالیٰ نے ذکر کے بارے میں (سورۃ الرعد رکوع ۴) میں فرمایا ہے:
ترجمہ: ''خبر دار اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں''۔

قلب **مصدر** ہے جس کے معنی پلٹنا، الٹنا، موڑنا، پھیر دینا کے ہیں۔ چونکہ عمر بھر اس میں حرکت اور اُلٹ پلٹ رہتی ہے۔ اس لیے اس کو قلب کا نام دیا گیا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ انسان کے وجود میں دماغ ہی وہ کمپیوٹر ہے، جو تمام وجود اور ایک ایک عضو بلکہ احساسات اور جذبات کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔ وجود میں پیدا ہونے والے کسی بھی اندرونی یا بیرونی اثرات کو غیر مرئی لہریں دماغ تک پہنچاتی ہیں۔ اور دماغ اس کے مطابق احکام صادر کرتا ہے۔ جب ہم کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو وہ اس چیز کے متعلق جملہ کوائف کی تفصیل دماغ تک پہنچا دیتی ہیں مثلاً ایک پھول سرخ ہے، سفید ہے یا کسی اور رنگ کا ہے۔ اس کی شکل غیر مرئی لہروں سے دماغ تک پہنچ جاتی ہے اور ناک اس پھول کی خوشبو سونگھ کر دماغ تک منتقل کر دیتا ہے جو گلاب اور چنبیلی کی خوشبو کو الگ الگ واضح کر دیتا ہے اسی طرح جب ہم کانوں سے کسی آواز کو سنتے ہیں تو یہ آواز غیر مرئی لہروں کے ذریعے دماغ تک جاتی ہے تو دماغ کا کمپیوٹر فوراً یہ فیصلہ

کر دیتا ہے کہ آواز پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ، آواز سریلی ہے یا بے سری، سخت ہے یا نرم۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے تمہیں آنکھیں کان اور قلب عطا فرمایا ہے تم پھر شکر ادا نہیں کرتے۔ عقل وشعور کا مرکز انسانی قلب ہے جس میں سے بنیادی طور پر تین قسم کی لہریں نکل کر دماغ کو جاتی ہیں۔

۱) ہر قسم کے جذبات رنج والم، غم وغصہ، رنج وخوشی، جوش وجذبہ کی لہریں قلب سے پیدا ہو کر دماغ تک جاتی ہیں اور احکام لے کر واپس لوٹتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شدت غم اور خوشی سے اکثر دل کا فعل رک جاتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

۲) دل خناس، خرطوم اور روسواس کا بھی گھر ہے شیطان اسی قلب میں داخل ہو کر طمع کی تعلیم دیتا ہے جس سے وجود میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۳) قلب ہی علم وفکر علم وفہم کی تحریک کا مرکز ہے اسی لیے قرآن مجید نے غور وفکر کے لیے دل کو ہی دعوت دی ہے۔

بنیادی طور پر قلب کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔

1-مہر یافتہ قلوب　2-بیمار قلوب　3-ہدایت یافتہ قلوب

مہر یافتہ قلوب: یہ کافروں کے دل ہیں جو نیک وبد کی پہچان سے عاری ہیں۔ ایسے قلوب نیکی کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ اس بنجر اور تھور زمین کے مصداق ہیں جس پر بیج کا بونا اور بارش کا ہونا کچھ بھی پیدا نہیں کرتا۔

بیمار قلوب: یہ ایسے قلوب ہیں جو بیمار ہیں حقیقت کو دیکھ کر، حق بات کو سن کر بظاہر اسے تسلیم کر لیتے ہیں لیکن ان کے دل شک کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان کی بیماری میں ہر آن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ہدایت یافتہ قلوب: یہ ان لوگوں کے دل ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کی کتابوں اور

یوم آخرت پر یقین سے ایمان لاتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریزی کرتے ہیں۔اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اہل اللہ تزکیہ نفس کے بعد تصفیہ قلب پر بہت زور دیتے ہیں جس سے ہدایت یافتہ دل تین درجات میں ترقی کرتا ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

دل مردہ دل نہیں اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

اوّل قلب سلیم: یہ وہ دل ہے جو سلامتی میں داخل ہو گیا ہے جسے دائمی حیات نصیب ہو گئی ہے۔

دوم قلب ینصب: یہ وہ قلب ہے جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھک گیا ہے اور رجوع الی اللہ میں اکمل ہو کر حسبنا للہ نعمل الوکیل نعمل المولیٰ و نعم النصیر کا نمونہ بن گیا ہے

سوم قلب شہید: یہ وہ قلب ہے جس کا تصفیہ مثل آئینہ ہو چکا ہے ایسے قلب میں انوارالٰہی کی تجلیات کا نزول ہونے لگتا ہے۔

تصفیہ قلبی کے لیے بنیادی طور پر دو چیزوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

اوّل ذکراللہ اور دوم فکر آخرت ۔قرآن مجید نے ذکراللہ پر بڑا زور دیا ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ذکراللہ کثرت سے کیا کرو (سورۃ احزاب)

اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ (سورۃ جمعہ)

یہ وہ لوگ ہیں کہ ذکراللہ سے ان کے قلوب لرز جاتے ہیں اور وہ مصائب میں صبر کرتے ہیں۔(سورۃ الحج)

وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت ذکراللہ اور نماز سے نہیں روکتی (سورۃ النور)

موت وحیات اور مقصدِ حیات

(مسز شمع حامد)

دنیا کی زندگی عارضی اور ناپائیدار ہے۔زندگی کی طرح موت بھی وجودی ہے۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔جس کا ہم انکار نہیں کر سکتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔"

پس بڑے سے بڑے سرکش کو اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ آزمائے تم میں کون اچھے کردار کا مالک ہے۔"
اکثر اقوام نے موت کو زندگی کے اختتام کا نام دیا، انسان کی اصطلاح میں ہلاکت کا دوسرا نام موت ہے۔اسی لئے اس خیال کے آتے ہی انسان کانپ اُٹھتا ہے۔مگر انبیاء علیہ السلام نے بتایا کہ موت زندگی کے ختم ہونے کو نہیں کہتے بلکہ زندگی کے ایک تغیر اور تصرف کا نام موت ہے اور اسلام کی نظر میں یہ گہوارہ سکون، غیر فانی مسرت، ترقی اور ارتقاء کا زینہ ہے۔اسلام نے موت کو نیند سے تعبیر کیا ہے، یہ فطرت کا وہ تقاضا ہے جو ہر حال میں پورا ہو کر رہتا ہے۔یہ دنیا دائمی مقام نہیں ہے۔دارین کو بہتر بنانے کے لئے ہمیں اس دنیا میں حق کا راستہ اختیار کرنا ہوگا، چاہے اس کیلئے کتنی ہی دشواریاں سہنی پڑیں۔صبر اور حوصلے کے ساتھ تمام تکالیف کا مقابلہ کرتے ہوئے ایمان پر ثابت قدم رہ کر پہلے خود حق کے راستے پر چلنا پھر دوسروں کو حق کی تلقین کرنا ہی وہ واحد ذریعہ ہے، جس کے ذریعے ہم اُس ابدی زندگی کو خوبصورت بنا سکتے ہیں۔(انشاء اللہ)
کیونکہ جو شخص دیکھ رہا ہو کہ باطل ہر طرف زمین اور اسکے باشندے پر چھاتا جا رہا ہے اور پھر یہ بات اس کے اندر کوئی اضطرابیت، کوئی چبھن، کوئی تڑپ پیدا نہ کرے تو سمجھ لیں کہ اس کے اندر اگر حق پرستی ہے بھی تو وہ سوئی ہوئی ہے اسے خبردار ہو جانا چاہیے اور فکر کرنی چاہیے اُس فرض کی

ادائیگی کی جو نبی پاک ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عائد کیا اور جو قرآن کے ذریعے بتایا گیا:
''کہ تم میں ایک جماعت تو ضرور ہونی چاہیے، جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔''

اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کے انفرادی اور اجتماعی فرائض میں جس فریضہ کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور جس کی بار بار قرآن پاک میں تاکید کی گئی ہے وہ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' ہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اس ذمہ داری سے پہلو تہی نہ کریں اپنی صفوں میں اتحاد اور یک جہتی پیدا کریں۔ ہماری زندگی کا ہر عمل صرف اللہ کی رضا اور اس کے پیغام کو عام کرنے کیلئے ہونا چاہیے تا کہ اس دنیا کے ساتھ ساتھ وہ دنیا یعنی آخرت بھی سنور جائے۔

اسلامی ممالک میں بدامنی اور فرقہ واریت، اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بن رہی ہے۔ ہم کیوں محسوس نہیں کرتے کہ یہ اسلام دشمن طاقتوں کی سازش ہے۔ تا کہ اسلام بدنام ہو اور کوئی غیر مسلم اس مذہب کی طرف راغب نہ ہو کیونکہ مغربی ممالک میں اسلام بہت تیزی سے مقبول ہو رہا ہے، اپنی عالمگیریت کی وجہ سے ہمیں ان کی اس سازش کو ناکام بنا دینا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اتحاد کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کریں۔ اسلام کا پیغام عام کرنے کیلئے ہمیں دین کے حقیقی تصور کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی روح کو سمجھنے اور اسے دنیا میں عام کرنے کی ضرورت ہے تا کہ آج انسانیت کے درپیش مسائل کو حل کیا جا سکے۔ اعتدال پسندی، صلح جوئی اور امن وامان کا قیام اسلام کا مثبت تصور پیش کرنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ ظلم، ناانصافی یا قتل و غارت اسلام نہیں، یہ جان لینے کا نہیں، جان دینے کا نام ہے۔ دوسروں کیلئے مر مٹنے کا نام ہے دوسرے کی بھوک پیاس اور ضرورت کو اپنی بھوک پیاس اور ضرورت پر ترجیح دینے کا نام ہے۔ اسلام کی تعلیمات امن و سلامتی اور انسانیت کی فلاح کی ضامن ہیں۔ اسلام امن اور بھائی چارے کا علمبردار ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اس سلسلے میں مینارہ نور اور مشعل راہ ہیں۔ حضرت نعمان بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم مومنین کو آپس میں رحم کرنے، محبت رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسا پاؤ گے جیسا کہ ایک جسم۔ جب جسم کا کوئی عضو دُکھتا ہے تو سارا جسم درد اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

اسلام کا اثر مسلمانوں کی زندگی پر یہ ہوتا ہے کہ وہ حد درجہ کے صابر اور شاکر بن جاتے ہیں نفرتوں کو سمیٹ کر محبتوں کے پھول راہوں میں بکھیرتے جاتے ہیں اور اس واسطے سے وہ ہر قسم کے حالات میں دوسری قوموں کی نسبت زیادہ مضبوط ثابت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا دل اس دنیا کی رنگارنگ کیفیتوں کے اندر دوسری اقوام کی نسبت زیادہ پُرسکون اور زیادہ مطمئن رہتا ہے۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور انسانوں کے ہر زاویہ زندگی پر محیط ہے۔ یہ انسانوں کو انسانیت سکھاتا ہے اور خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ شیطان اور اس کے کارندے شیطانی نظام کو غالب کرنے کی کتنی ہی جدوجہد کیوں نہ کریں۔ اسلامی نظام آخر کار غالب آ کر رہے گا کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور میرا یقین ہے کہ تمام تر شیطانی طاقتوں کے باوجود اسلام ساری دنیا میں غالب ہو کر رہے گا۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپنا کر اسلام کے دامن رحمت میں پناہ تلاش کی جائے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کو زندگی کی اساس اور بنیاد قرار دیا جائے کیونکہ آپ ﷺ نے انسان کو انسانیت کا جو درس دیا اس نے عبد کو عبدیت کی لذت سے آشنا کیا اور بلاشبہ عالم انسانیت و بشریت کو محسن انسانیت کی برکت سے جو شرف عطاء ہوا وہ حد درجہ قابل افتخار ہے۔

آپ ﷺ نے انسان دوستی اور محبت کی جو شمع روشن کی اس کے سوز سے اس دور کی انسانیت کے دلوں میں ایک طرف تقویٰ دوسری طرف غم انسانیت پیدا ہوا۔ پس اس شمع محبت کے مقدر میں بجھنا نہیں ہے، یہ انسانیت کے کسی نہ کسی گوشے میں روشن رہے گی اور اس سے دوسرے جہانوں کی مخلوق بھی مستفید ہوتی رہے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ عالم انسانیت میں

جو انقلاب لائے وہ ہمہ گیر و عالمگیر ہے۔ پس عہد کریں اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ایسا انسانی معاشرہ تشکیل دیں، جہاں امن و سلامتی، انسان دوستی، رواداری، خوش خلقی، محبت، اخوت، مساوات اور انصاف کو بنیادی اہمیت حاصل ہو۔ ایسا تب ہی ممکن ہو گا جب ہم اسوہ نبوی ﷺ کو راہ عمل بنائیں، اس کو نشان منزل قرار دیں کیونکہ:

نقش قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

آپ ﷺ کی زندگی ایک ایسا خوبصورت باغ ہے کہ جس کے پھولوں کی مہک اور ہواؤں کی تازگی سے دنیا ہمیشہ مسحور رہے گی۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لئے مشعل راہ رہے گی، آپ ﷺ کی پیروی میں ہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے اور اسی میں ہماری کامیابی اور فلاح کا روشن راستہ ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

اخلاقی قوت ہی اصل جوہر ہے

(مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی)

ایک عرب شاعر نے بہت پتے کی بات کہی ہے کہ:

ترجمہ: " اُمتیں اور اقوام اخلاق کی بدولت زندہ رہتی ہیں، اخلاق نہ رہیں تو اُمتیں بھی ختم ہوجاتی ہیں۔"

اُمتوں کی حیات وبقاء کیلئے اخلاق کی اہمیت کلیدی نوع کی ہوتی ہے، اخلاق کی دولت سے محرومی زندگی کو بے روح و بے کیف بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہنمائی کیلئے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا تو اُنہیں خود اخلاق کا اعلیٰ مرتبہ عطاء کیا اور ان کی تعلیمات میں اصلاح اخلاق کو بنیادی درجہ عطا کیا، قرآن کریم میں حضور اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے سلسلہ میں فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۃ القلم: ۴)

ترجمہ: "بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر ہیں۔"

یوں تو دنیا کے تمام مذاہب کی اساس اخلاق ہی پر ہے، تمام انبیاء و مصلحین نے اخلاق کی تعلیم دی، لیکن اسلام میں اخلاق کو بے حد اہمیت دی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد حسنِ اخلاق کی تکمیل بتایا ہے، خود قرآن کریم میں آپ کا ایک اہم مقصد بعثت تزکیہ (اصلاح اخلاق و تعمیر سیرت) قرار دیا گیا ہے، تمام مذاہب میں اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے اپنے پیروؤں کو اتنی اخلاقی تعلیمات دے دی ہیں جو ان کو راہِ راست سے بھٹکنے سے روک دیں، یہی وجہ ہے کہ ان اخلاقی تعلیمات نے اصلاح کا وہ کام کیا ہے جو قوانین بھی نہ کرسکے۔

اسلام اس شعبے میں طبع انسانی کے ان نازک و باریک مسائل پر توجہ دیتا ہے جو اپنی

نزاکت و لطافت کے باوجود حیات انسانی پر دیرپا اثر ڈالتے ہیں، فی الواقع انسان کی ظاہری زندگی کے اعمال کے باطنی اخلاق ہی کا پرتو ہیں، اسی لئے اسلام نے ان کی اصلاح کو ہدف بنایا تاکہ باطن کے سدھار کے بعد ظاہر بھی درست ہو سکے، چنانچہ قرآن نے اعلان کر دیا کہ:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (الشمس:۹-۱۰)

ترجمہ: "جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور سنوارا، وہ فلاح یاب ہو گیا اور جس نے اسے (گناہوں میں) دبا دیا وہ ناکام ہو گیا۔"

اسلام نے جو عبادات فرض کی ہیں ان کا بھی ایک اہم مقصد اصلاح اخلاق ہے، نماز کے بارے میں قرآن میں آیا ہے کہ وہ برائیوں و بے حیائیوں سے روکتی ہے، روزے کا مقصد تقویٰ و شکر کی کیفیت پیدا کرنا بتایا گیا ہے، زکوٰۃ کے ذریعہ انسانیت کی ہمدردی و مدد کا سبق دیا جاتا ہے، اس لحاظ سے ہر عبادت کا اساسی مقصد اخلاق کی پاکیزگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایمان کے بعد اخلاق حسنہ کو سب سے زیادہ مقدم قرار دیا ہے، قرآن میں انہیں اہل ایمان کو فلاح یاب قرار دیا گیا ہے جو اپنے ایمان کے بعد اخلاق کی اصلاح کر لیں، مثلاً نماز میں خشوع، لغویت سے اجتناب، آبرو کی حفاظت، بے حیائی سے دوری، وعدہ و معاہدہ کی پاسداری، امانتوں کی ادائیگی وغیرہ کی پابندی کریں، قرآن میں جابجا اہل ایمان کے اوصاف میں اخلاق حسنہ کا ذکر آیا ہے، حضور اکرم ﷺ کی ایک دُعا کتب حدیث میں آتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ:

"اے اللہ! میری بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہترین اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا۔"

احادیث میں بارہا حسن اخلاق کی اہمیت کا ذکر کیا گیا ہے، کہیں اسے کمال ایمان بتایا گیا ہے کہیں اسے قیام لیل اور دن کے روزوں کے مساوی قرار دیا گیا ہے اور کہیں اسے قیامت کے دن میزان عمل کی سب سے وزنی اور بھاری چیز کہا گیا ہے، کہیں اسے خدا اور رسول ﷺ کی محبت و قرب کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرو، اس طرح اخلاق حسنہ کی تلقین کی گئی ہے، دراصل اخلاق حسنہ صفات خداوندی کا پَرتو اور مظہر ہیں اور اخلاق حسنہ ایمان کی تکمیل اسی لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی صفات کاملہ کے ادنیٰ مظاہر ہیں، اقبالؒ نے بھی یہی واضح کیا ہے کہ ایک مؤمن مختلف ومتضاد اخلاق وصفات کا حامل ہوتا ہے جو دراصل اللہ کی صفات واحوال کے مظاہر ہوتے ہیں مثلاً کشادہ قلبی، حلم و درگزر میں وہ اللہ تعالیٰ کی صفت غفار کا پَرتو ہے اور دین کے سلسلہ میں شدت اور باطل پر غضب میں وہ اللہ کی صفت قہار کا پَرتو ہے اور پاکیزگی میں صفت قدوس کا مظہر ہے وغیرہ۔

حسن اخلاق کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ وہ دلوں کو فتح کرتا ہے اور طوفانوں کے رُخ موڑ دیتا ہے، تاریخ اس محیر العقول تاثیر کے نمونوں سے پُر ہے، فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کا مشرکین مکہ کے ساتھ حسن اخلاق اور عفوودرگزر کا معاملہ اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور کایا پلٹ گئی۔

اخلاق کی طاقت نے ہر دور میں بے شمار معرکے سر کئے ہیں، لاتعداد موقعوں پر سربلند کیا ہے، دعوت اسلامی کا کارواں ہر دور میں اسی طاقت کے ذریعہ تیز رفتار رہا ہے، قوموں کے عروج وزوال کے پس منظر میں اخلاقی بلندی و پستی کا اہم رول ہوتا ہے، اخلاقی بے راہ روی اور گراوٹ، زوال کی پیغامبر ہوتی ہے اور اخلاقی پاکیزگی، رفعت، ترقی وعروج کی ضامن۔

اُمت اسلامیہ تاریخ کے ہر دور میں اخلاقی قوت سے مالامال رہی ہے، اس وقت بھی یہ قوت موجود ہے، اگرچہ مختلف النوع موانع اس قوت کیلئے سدّ راہ بنے ہوئے ہیں، تاہم تاریکی کی اوٹ سے روشنی جھلکتی نظر آتی ہے، ضرورت اس کی ہے کہ ان موانع کا مقابلہ کیا جائے اور ہر قیمت پر اخلاقی قوت کو ضائع ہونے سے بچایا جائے اس لئے کہ اخلاقی قوت سے محروم قومیں تمام تر عسکری و دیگر قوتوں سے لیس ہونے کے باوجود بالآخر ناکام ہوتی ہیں، اسلام نے ہر شعبۂ زندگی میں اخلاقی خوبی اپنانے کا حکم دیا ہے، اور اسی پر عمل کر کے اس دور کا مسلمان اپنی مشکلات سے

نجات پا سکتا ہے اور تمام حالات کا مقابلہ کرسکتا ہے، اگر چہ وہ بے خیل وسپاہ ہے، لیکن وہ حکمرانوں سے زیادہ عالی ظرف اور بادشاہوں سے بھی زیادہ بلند نگاہ ہے اور اگر وہ مطلوبہ اوصاف واخلاق کو اپنا لے اور اسے ، اس کا مقام دے دیا جائے تو وہ انقلاب برپا کرسکتا ہے اور اس کا جمال جہاں افروز، جلال عالم سوز کی صورت میں جلوہ گر ہوسکتا ہے، بقول علامہ اقبالؒ:

مسلماں گر چہ بے خیل وسپاہے است
ضمیر او ضمیر با دشا ہے است
اگر او را مقامش باز بخشند
جمال او جلال بے پنا ہے است

عین اشتعال وجذباتیت کے ماحول میں ضبط اور سکون کی کیفیت برقرار رکھنا انتہائی اعلیٰ وارفع اوصاف واخلاق ہیں، صحابہ کی سیرت ان اوصاف کے سینکڑوں مظاہر اپنے جلو میں سمیٹے ہوئے ہے اور رہتی دنیا تک مشعل راہ ہیں، اور یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اوصافِ حمیدہ کو جب تک مزاج بنانے کی فکر نہیں پیدا ہوگی، عظمت اور فلاح کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ ﷺ کے چالیس اصول

(جاوید چوھدری)

میں نے برسوں پہلے انگریزی کی کسی طبی کتاب میں بہترین زندگی کے چالیس اصول پڑھے تھے، میں نے وہ صفحات کاپی کر کے اپنے پاس رکھ لیے، میں گاہے بگاہے یہ صفحات نکال کر پڑھتا رہتا تھا، میں ان اصولوں پر عمل کی کوشش بھی کرتا تھا، میں نے دس سال قبل تفاسیر اور احادیث کا مطالعہ شروع کیا تو پتہ چلا یہ چالیس اصول دنیا کے کسی طبی ادارے یا یورپ اور امریکا کے کسی سیلف ہیلپ انسٹی ٹیوٹ نے ڈویلپ نہیں کیے۔ یہ تمام اصول ہمارے پیارے رسول ﷺ کی حیات طیبہ کا نچوڑ ہیں، یہ سیرت النبی ﷺ سے اَخذ کیے گئے ہیں۔ ہمارے رسول ﷺ نے پوری زندگی اپنے اصحابؓ کو ان اصولوں کی ٹریننگ دی، آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ بہترین زندگی کے ان چالیس بہترین اصولوں کی چلتی پھرتی تصویر تھے، ۔میں نے اس دن سے ان اصولوں پر عبادت کی طرح عمل شروع کر دیا، گو ! میں ابھی تک ان پر مکمل عمل درآمد نہیں کر سکا لیکن مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ میری توفیق میں ضرور اضافہ کرے گا اور میں کسی نہ کسی دن آپ ﷺ کے وضع کردہ ان اصولوں پر عمل میں کامیاب ہو جاؤں گا، یہ چالیس اصول کیا ہیں، آپ وہ اصول اور ان اصولوں کی جدید سائنسی توجیہات ملاحظہ کیجیے۔ مجھ سے اگر تشریح میں کوئی غلطی ہو جائے تو مجھے معاف کر دیجیے گا، میرے لیے دعا بھی فرمایئے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا فجر اور اشراق، عصر اور مغرب اور مغرب اور عشاء کے درمیان سونے سے باز رہا کرو۔ اس فرمان میں بے شمار طبی حکمتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً آج میڈیکل سائنس نے ڈسکور کیا ہے کہ کرۂ ارض پر فجر اور اشراق کے دوران آکسیجن کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے، ہم اگر اس وقت سو جائیں تو ہم اس آکسیجن سے محروم ہو جاتے ہیں اور یوں ہماری طبیعت میں بوجھل پن آ جاتا ہے، ہم آہستہ آہستہ چڑچڑے اور بیزار ہو جاتے ہیں، عصر سے مغرب اور

مغرب سے عشاء کے درمیان بھی آکسیجن کم سے کم تر ہوتی چلی جاتی ہے، ہم اگر اس وقت سو جائیں تو ہمارا جسم آکسیجن کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے اور ہم دس مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، دمہ بھی اس دس بیماریوں میں شامل ہے۔ چنانچہ آپ یہ اوقات جاگ کر گزاریں، آپ پوری زندگی صحت مند رہیں گے، میرا تجربہ ہے ہم اگر ان تین اوقات میں واک کریں تو ہماری طبیعت میں بشاشیت آجاتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، بدبودار اور گندے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ یہ حکم بھی حکمت سے لبالب ہے، بدبو انسان کو ڈپریس کرتی ہے جبکہ خوشبو ہماری توانائی میں اضافے کا باعث بنتی ہے، انسان اگر روزانہ دس منٹ بدبودار اور گندے لوگوں میں بیٹھنا شروع کر دے تو یہ تیس دنوں میں ڈپریشن کا شکار ہو جائے گا۔ ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں شاید اسی لیے بدبودار لوگوں سے پرہیز کا حکم دیا، آپ بھی یہ کر کے دیکھیں آپ کا مزاج بدل جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کے درمیان نہ سوئیں جو سونے سے قبل بری باتیں کرتے ہیں''۔ یہ فرمان بھی حکمت کے عین مطابق ہے، آج سائنس نے ڈسکور کیا نیند سے قبل ہماری آخری گفتگو ہمارے خوابوں کا موضوع ہوتی ہے اور یہ خواب ہمارے اگلے دن کا موڈ طے کرتے ہیں، ہم اگر برا سُن کو سوئیں گے تو ہم برے خواب دیکھیں گے اور ہمارے برے خواب ہمارے آنے والے دن کا موڈ بن جائیں گے۔ ہم خوابوں کے طے کردہ موڈ کے مطابق دن گزارتے ہیں چنانچہ نیند سے قبل ہماری آخری محفل اچھی ہونی چاہیے، ہمارا اگلا دن اچھا گزرے گا۔

فرمایا: تم بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ۔ یہ فرمان عین سائنسی ہے، ہمارے دماغ کے دو حصے ہیں، دایاں اور بایاں، دایاں حصہ مثبت اور بایاں منفی ہوتا ہے، ہم جب اپنے جسم کو دائیں ہاتھ سے فیڈ کرتے ہیں تو ہماری مثبت سوچ مضبوط ہوتی ہے اور ہم جب اپنے بدن کو بائیں ہاتھ سے کھلاتے ہیں تو ہماری منفی سوچ طاقتور ہوتی چلی جاتی ہے، آپ مشاہدہ کر لیں آپ کو بائیں

ہاتھ سے کھانے والے اکثر لوگ منفی ملیں گے، یہ آپ کو ہمیشہ شکوہ شکایت، غیبت اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے نظر آئیں گے۔

فرمایا: منہ سے کھانا نکال کر نہ کھاؤ۔ یہ فرمان بھی سائنس سے درست ثابت ہوتا ہے، ہمارے منہ میں دس کروڑ سے ایک ارب تک بیکٹیریا ہوتے ہیں، یہ بیکٹیریا مہلک جراثیم بن جاتے ہیں، یہ جراثیم ہمارے کھانے میں مل جاتے ہیں، یہ کھانا معدے میں جاتا ہے تو معدے کے غدود ان جراثیم کو مار دیتے ہیں یوں یہ ختم ہو جاتے ہیں لیکن جب ہم جراثیم ملے کھانے کو منہ سے نکال لیتے ہیں تو ان جراثیم کو آکسیجن مل جاتی ہے، یہ آکسیجن سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ان جراثیم کی تعداد کھربوں تک پہنچا دیتی ہے، یہ جراثیم معدے کے غدودوں سے بھی طاقتور ہوتے ہیں۔ ہم جب منہ سے نکلے لقمے کو دوبارہ منہ میں رکھتے ہیں تو یہ لقمہ معدے میں پہنچ کر زہر بن جاتا ہے اور یہ زہر ہمارے پورے نظام ہضم کو تباہ کر دیتا ہے، آپ کو زندگی میں کبھی کوئی ایسا شخص صحت مند نہیں ملے گا جسے منہ سے لقمہ نکال کر کھانے کی عادت ہو جبکہ آپ کو ہونٹ بھینچ کر اور آواز پیدا کیے بغیر کھانے والے لوگ ہمیشہ صحت مند ملیں گے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ہاتھ کے کڑاکے نہ نکالا کرو۔ سائنس کا کہنا ہے ہم میں سے جو لوگ انگلیوں کے کڑاکے نکالتے رہتے ہیں ان کے جوڑ کھلنا شروع ہو جاتے ہیں اور یہ جلد آرتھرائٹس کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ جوڑوں کے درد کی شکایت بھی کرتے ہیں۔

فرمایا: جوتا پہننے سے قبل اسے جھاڑ لیا کرو۔ ہماری زندگی کے عام واقعات میں کیڑے مکوڑے، بچھو، چھپکلیاں، چھوٹے سانپ اور بھڑیں ہمارے جوتوں میں پناہ لے لیتی ہیں، ہمارے بچے بھی جوتوں میں کیل، کانٹے اور بلیڈ پھینک دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم جب جوتا پہنتے ہیں تو ہمارے پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں یا پھر ہمیں کیڑے مکوڑے کاٹ لیتے ہیں لہٰذا جوتا پہننے سے قبل اسے جھاڑ لینا ہمیشہ فائدہ مند رہتا ہے۔

فرمایا : نماز کے دوران آسمان کی طرف نہ دیکھو، یہ فرمان بھی درست ہے، آسمان میں ایک وسعت ہے ۔ یہ وسعت ہمیشہ ہماری توجہ کھینچ لیتی ہے، ہم جب بھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں ہماری توجہ بٹ جاتی ہے، ہمیں توجہ واپس لانے میں ٹھیک ٹھاک وقت لگتا ہے۔ نماز کے لیے یکسوئی درکار ہوتی ہے، ہم جب نماز کے دوران آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہم سجدے اور رکوع بھول جاتے ہیں چنانچہ حکم دیا گیا کہ دوران نماز آسمان کی طرف نہ دیکھو، یہ فارمولہ تخلیقی کاموں کے لیے بھی اہم ہے، اگر لکھاری لکھتے، مصور تصویر بناتے اور موسیقار دھن بناتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ لے تو اس کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے ۔ یہ اپنا کام مکمل نہیں کر پاتا ۔شاید یہی وجہ ہے دنیا کا زیادہ تر تخلیقی کام بند کمروں میں مکمل ہوا، یہ کھلی فضا میں پروان نہیں چڑھا، ڈاونچی کا لاسٹ سپر ہو یا پھر ٹالسٹائی کا وار اینڈ پیس دنیا کا ہر ماسٹر پیس بند کمرے میں تخلیق ہوا۔ آپ تخلیق کا آئیڈیا لینا چاہتے ہیں تو آپ کھلے آسمان کے نیچے کھلی فضا میں واک کریں، آپ آئیڈیاز سے مالا مال ہو جائیں گے، لیکن آپ اگر ان آئیڈیاز پر کام کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کمرے میں بند ہو جائیں، آپ کمال کر دیں گے، آپ کو انبیاء اولیاء اور بزرگان دین بھی بند غاروں میں مراقبے کرتے ملیں گے، یہاں تک کہ مہاتما بدھ کو نروان بھی ایک ایسے درخت کے نیچے ملا تھا جس سے آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا، وہ درخت اتنا گھنا تھا کہ وہ بارش تک روک لیتا تھا۔

آپ ﷺ نے **فرمایا**: ''رفع حاجت کی جگہ (ٹوائلٹ) مت تھوکو'' ۔یہ حکم اپنے اندر دو حکمتیں رکھتا ہے، ٹوائلٹ میں تھوکنے سے بعد میں آنے والوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور دوسرا ٹوائلٹس میں لاکھوں قسم کے جراثیم بھی ہوتے ہیں، ہم جب تھوکنے کے لیے منہ کھولتے ہیں تو یہ جراثیم ہمارے منہ میں پہنچ جاتے ہیں ۔ یہ ہمارے لعاب دہن میں پرورش پاتے ہیں ۔ یہ معدے اور پھیپھڑوں میں پہنچتے ہیں اور پھر یہ ہمیں بیمار کر دیتے ہیں، آپ کو یہ جان کر حیرانی ہوگی ہماری ناک جراثیم کو پھیپھڑوں تک نہیں جانے دیتی، ہماری ناک سے صرف کیمیکلز جسم میں

داخل ہوتے ہیں، جراثیم زیادہ تر منہ سے بدن میں اترتے ہیں اور ان کا بڑا سورس ٹوائلٹس ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ ٹوائلٹس میں لمبی لمبی سانس لینے تھوکنے، گانا گانے، آوازیں دینے اور موبائل فون پر بات کرنے سے پرہیز کریں، آپ کی صحت اچھی رہے گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''لکڑی کے کوئلے سے دانت صاف نہ کرو''۔ ہم میں سے بے شمار لوگ کوئلے سے دانت صاف کرتے ہیں، کوئلے سے ہمارے دانت وقتی طور پر چمک جاتے ہیں لیکن یہ بعد ازاں مسوڑے بھی زخمی کر دیتا ہے، دانتوں کی جڑیں بھی ہلا دیتا ہے اور یہ منہ میں بو بھی پیدا کرتا ہے۔ لکڑی کا کوئلہ سیدھا کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتا ہے، یہ ''ہائی جینک'' بھی نہیں ہوتا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پرہیز کا حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیشہ بیٹھ کر کپڑے تبدیل کیا کرو''۔ ہم میں سے اکثر لوگ شلوار، پتلون یا پاجامہ پہنتے وقت اپنی ٹانگ پھنسا بیٹھتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص زندگی میں کبھی نہ کبھی اس صورتحال کا شکار ضرور ہوتا ہے بالخصوص ہم بڑھاپے میں شلوار یا پتلون بدلتے وقت ضرور گرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے شاید اس قسم کے حادثوں سے بچنے کے لیے یہ حکم جاری فرمایا تھا۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے دانتوں سے سخت چیز مت توڑا کرو''۔ ہم لوگ اکثر بادام، اخروٹ یا نیم پکا گوشت توڑنے کی کوشش میں اپنے دانت تڑا بیٹھتے ہیں، دانت ایکٹو زندگی کا قیمتی ترین اثاثہ ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے شاید اسی لیے دانتوں کو سخت چیزوں سے بچانے کا حکم دیا ہے۔

خوراک: تہذیب کا تیسرا بڑا عنصر ہوتی ہے۔ آپ اگر کسی قوم، کسی خاندان یا کسی شخص کی تہذیب کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو آپ صرف اتنا دیکھ لیں وہ کیا کھا رہا ہے اور وہ کیسے کھا رہا ہے آپ کو مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہے گی ہمارے رسول ﷺ کے بہترین زندگی کے چالیس

اصولوں میں سات اصول صرف کھانے سے متعلق ہیں، آپ ﷺ نے **فرمایا:** ''گرم کھانے کو پھونک سے ٹھنڈا نہ کرو'' ۔پنکھا استعمال کرلیا کرو، یہ فرمان بھی ہائی جین پر بیس کرتا ہے، ہم جب گرم کھانے کو پھونک مارتے ہیں تو ہمارے منہ کے بیکٹیریا کھانے کو زہریلا بنا دیتے ہیں، یہ حرکت تہذیب اور شائستگی کے منافی بھی ہے ۔فرمایا کھاتے ہوئے کھانے کو سونگھا نہ کرو، کھانے کو سونگھنا بدتہذیبی بھی ہوتی ہے اور کھانے کی خوشبو ہمارے ناک کے اندر موجود سونگھنے کے خلیوں اور پھیپھڑوں کی دیواروں کو بھی زخمی کر دیتی ہے، ہمیں چھینک بھی آ سکتی ہے اور یہ چھینک سارے کھانے کو برباد کرسکتی ہے ۔**فرمایا:** ''اپنے کھانے پر اداس نہ ہوا کرو، ہم عموماً کھانے کی مقدار اور کوالٹی پر اداس ہو جاتے ہیں ، ہم ہمیشہ کھانا کھاتے وقت دوسروں کی پلیٹ کی طرف دیکھتے ہیں، یہ عادت ہمارے اندر ناشکری پیدا کرتی ہے، ہم اگر اپنے کھانے کو اللہ کا رزق سمجھیں، اس پر شکر کریں تو ہمارے اندر برداشت بھی بڑھے گی اور صبر اور شکر کی عادت بھی ڈویلپ ہوگی، یہ عادت ہماری زندگی کو بہتر بنا دے گی ۔**فرمایا:** ''منہ بھر کر نہ کھاؤ'' ۔ہمارا منہ خوراک کے ہاضمے کا آدھا کام کرتا ہے باقی آدھا کام معدہ سرانجام دیتا ہے، ہم جب منہ بھر لیتے ہیں تو زبان اور دانتوں کو اپنا کام کرنے کے لیے جگہ نہیں ملتی ، ہم جلدی جلدی نگلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یوں ہمارے معدے کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے ،معدہ ذمہ داری پوری نہیں کر پاتا ، ہم بدہضمی کا شکار ہو جاتے ہیں، ہمارے رسول ﷺ ہمیشہ چھوٹا لقمہ لیتے تھے، دیر تک چباتے تھے اور آدھا معدہ بھرنے کے بعد ہاتھ کھینچ لیتے تھے ۔آپ ﷺ پوری زندگی صحت مند رہے، آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی یہ عادت اپنالی ۔چنانچہ مدینہ کے طبیب بے روزگار ہو گئے اور وہ کھجوروں کی تجارت کرنے لگے۔**فرمایا:** ''اندھیرے میں مت کھاؤ'' ۔اس فرمان کی دو وجوہات ہیں، اندھیرے میں کھانے سے کھانے میں کیڑے مکوڑے ملنے کا خدشہ ہوتا ہے اور دوسرا روشنی کا کھانے کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے، ہمیں روشنی میں کھایا ہوا کھانا زیادہ انرجی دیتا ہے، یہ وہ واحد

وجہ ہے جس کی بنا پر دنیا بھر میں ڈنر کے وقت ہال اور کمرے کی تمام لائیٹس آن کر دی جاتی ہیں، یہ ممکن نہ ہو تو میز پر موم بتیاں جلا دی جاتی ہیں ،انگریز اس انتظام کو کینڈل لائیٹ ڈنر کہتے ہیں، یہ روایت ہزاروں سال سے چلی آ رہی ہے ۔اور یہ انتہائی مفید ہے آپ ﷺ نے بھی روشنی میں کھانے کا حکم دے کر اس روایت کی تائید فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے **فرمایا:** ''دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو'' ۔ہم جب دوسروں میں عیب ڈھونڈتے ہیں تو ہم چغلی ،غیبت اور منافقت جیسی روحانی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ، یہ بیماریاں ہمیں حسد جیسے مہلک مرض میں مبتلا کر دیتی ہیں ۔اور یوں ہم ذہنی ،جسمانی اور روحانی تینوں سطحوں پر علیل ہو جاتے ہیں ۔اگر ہم صرف دوسروں میں عیب تلاش کرنا بند کر دیں تو ہم حسد، منافقت ،غیبت اور چغل خوری جیسے امراض سے بچ جائیں گے ،ہم صحت مند زندگی گزاریں گے

فرمایا : ''اقامت اور اذان کے درمیان گفتگو نہ کیا کرو۔'' اللہ کائنات کا سب سے بڑا بادشاہ ہے ،اذان اس بادشاہ کی طرف سے بلاوا ہوتا ہے اور اقامت شرف باریابی کی اجازت چنانچہ یہ دونوں اوقات پروٹوکول ہیں ۔اللہ تعالیٰ کو پروٹوکول کی خلاف ورزی اچھی نہیں لگتی ،ہم اگر دنیاوی بادشاہوں کے پروٹوکول کا خیال رکھتے ہیں تو پھر ہمیں دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ کے پروٹوکول کا سب سے زیادہ احترام کرنا چاہیے۔

ہمارے رسول ﷺ دوستوں کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے ۔لہذا آپ ﷺ نے فرمایا دوستوں کے بارے میں جھوٹے قصے بیان نہ کیا کرو ، دوستوں کے بارے میں جھوٹے قصوں سے دوستوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے اور دوست بدنام بھی ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اس عادت بد سے پرہیز دوستی کے لیے بہت اہم ہے ۔**فرمایا:** ''دوست کو دشمن نہ بناؤ'' یہ فرمان نفسیات اور معاشرت دونوں کے لیے انتہائی اہم ہے ۔ہمارے دوست ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہوتے ہیں، وہ جب دشمن بنتے ہیں تو یہ دنیا کے خوفناک ترین دشمن ثابت ہوتے ہیں

چنانچہ ہمیں زندگی میں کبھی کسی دوست کو دشمن بنانا چاہیے اور نہ کبھی کسی دوست کا دشمن بننا چاہیے۔

فرمایا: ''دوستوں کے بارے میں شکوک نہ پالو۔'' شک دوست کے لیے زہر ہوتا ہے، ہم جب دوستوں کے بارے میں مشکوک ہوتے ہیں تو دوستی کا دھاگہ کمزور ہو جاتا ہے چنانچہ شک سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔ **فرمایا:** ''چلتے ہوئے بار بار پیچھے مڑ کر نہ دیکھو'' چلتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھنا ایک نفسیاتی بیماری ہے، یہ بیماری خوفزدہ، ڈرے اور سہمے ہوئے لوگوں میں کامن ہے، ہم جب چلتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو ہم اس بیماری کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں، پیچھے مڑ کر دیکھنے سے ہماری توجہ بھی ہٹ جاتی ہے، ایکسیڈنٹ کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے، ہماری رفتار بھی آدھی رہ جاتی ہے اور ہم بلا وجہ دوسرے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ بھی کر لیتے ہیں۔

فرمایا: ''ایڑھیاں مار کر نہ چلو۔'' ایڑھیاں مار کر چلنا یا چلنے کے دوران دھمک یا آواز پیدا کرنا تکبر کی نشانی ہے اور تکبر مسلمانوں کو سوٹ نہیں کرتا، ہمارے پاؤں کا ہمارے دماغ کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ایڑھیاں مارنے سے ہمارے دماغ کی چولیں ہل جاتی ہیں۔ ہم دماغی لحاظ سے کمزور ہو جاتے ہیں، آپ کو ایڑھیاں مار کر چلنے والے جلد یا بدیر دماغی امراض کی ادویات کھاتے ملیں گے۔

فرمایا: ''کسی کے بارے میں جھوٹ نہ بولو۔'' جھوٹ دنیا کی سب سے بڑی معاشرتی برائی اور گناہوں کی ماں ہے، ہم اگر صرف جھوٹ بند کر دیں تو معاشرہ ہزاروں برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ **فرمایا:** ''ٹھہر کر صاف بولا کرو تا کہ دوسرے پوری طرح سمجھ جائیں'' جھوٹ کے بعد غلط فہمی معاشرے کی سب سے بڑی برائی ہے۔ ہم جب گفتگو میں واضح نہیں ہوتے تو غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ غلط فہمیاں معاشرتی بگاڑ کا باعث بنتی ہیں چنانچہ ہم جب بھی بولیں بلند، واضح اور صاف بولیں۔

آپ ﷺ نے **فرمایا:** ''اکیلے سفر نہ کیا کرو۔'' یہ فرمان بھی حکمت سے بھرپور ہے، اکیلا آدمی خوفزدہ بھی رہتا ہے، پریشان بھی اور یہ عموماً حادثوں کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا سفر کے دوران اکیلے آدمی زیادہ لٹتے ہیں، زیادہ جلدی بیمار ہوتے ہیں اور یہ زیادہ غلط فیصلے کرتے ہیں چنانچہ جب بھی سفر کریں ایک یا دو لوگوں کو شامل رکھیں بالخصوص عورت کو کبھی اکیلے سفر نہ کرنے دیں۔

فرمایا: ''فیصلے سے قبل مشورہ ضرور کیا کرو۔'' انسان 16 کیمیکلز کا مجموعہ ہے، یہ کیمیکلز ہمارے موڈز طے کرتے ہیں اور یہ موڈز ہماری زندگی کے چھوٹے بڑے فیصلے کرتے ہیں، ہم جب بھی تنہا فیصلے کرتے ہیں ہم موڈز کے تابع فیصلے کرتے ہیں اور عموماً غلط ہوتے ہیں چنانچہ فیصلے سے قبل مشورہ ضروری ہے اور مشورہ ہمیشہ سمجھ دار کی بجائے تجربہ کار شخص سے کرنا چاہیے، آپ کو کبھی نقصان نہیں ہوگا۔

فرمایا: ''کبھی غرور نہ کرو۔'' غرور ایک ایسی بری عادت ہے جس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلتا، میں نے پوری زندگی کسی مغرور شخص کو طبعی موت مرتے نہیں دیکھا، یہ غیر طبعی موت مرتے ہیں اور ہمیشہ بے عزتی اور ذلت وراثت میں چھوڑ جاتے ہیں۔

فرمایا: ''شیخی نہ بگھارو۔'' یہ بھی کمال اصول ہے، میں نے آج تک کسی شیخی خور کو باعزت نہیں دیکھا، ہم عزت بڑھانے کے لیے شیخی مارتے ہیں اور ہمیشہ پرانی عزت بھی گنوا بیٹھتے ہیں **فرمایا:** ''گداگروں کا پیچھا نہ کرو۔'' ہم میں سے بے شمار لوگ فقیر کو دس بیس روپے دے کر یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں یہ واقعی حق دار تھا یا نہیں۔یہ عادت ہمیں شکی بھی بنا دیتی ہے اور یہ صدقے اور خیرات سے بھی دور کر دیتی ہے۔فرمایا مہمان کی کھلے دل سے خدمت کرو، یہ عادت ہماری شخصیت میں کشش پیدا کر دیتی ہے، آپ کو مہمان نوازوں میں ہمیشہ مقناطیسی کشش ملے گی

فرمایا: ''غربت میں صبر کیا کرو۔'' یہ فرمان بھی کیا شاندار فرمان ہے، صبر بہت بڑی

دولت ہے یہ دولت کبھی کسی انسان کو غریب نہیں رہنے دیتی، آپ صابر ہو جائیں آپ کے حالات دنوں میں بدل جائیں گے، آپ یہ بھی آزما کر دیکھ لیں۔

فرمایا: ''اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کیا کریں''۔ اچھائی نیکی ہوتی ہے اور نیکی میں دوسروں کا ساتھ دینے والے بھی جلد نیک ہو جاتے ہیں، آپ صرف نیک لوگوں کے معاون بن جائیں آپ نیکوں سے بھی آگے نکل جائیں گے۔ **فرمایا:** ''اپنی خامیوں پر غور کیا کرو اور توبہ کیا کرو''، تحقیق بتاتی ہے اگر ہم اپنی کسی ایک خامی پر قابو پالیں تو ہم میں دس خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں، آپ یہ بھی آزما کر دیکھ لیں، **فرمایا:** ''برا کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نیکی کرو، یہ بھی آزما کر دیکھیں یہ عادت آپ کے دشمنوں کی تعداد کم کر دے گی۔ **فرمایا:** ''اللہ نے جو دیا ہے اس پر خوش رہو''۔ میرا تجربہ ہے ہم دوسرے پرندے کی کوشش میں ہاتھ کا پرندہ بھی اڑا بیٹھتے ہیں، ہمیں جو مل جائے ہم اگر اسے انجوائے کرنا سیکھ لیں تو یہ دنیا جنت ہو جاتی ہے۔ **فرمایا:** ''زیادہ نہ سوچا کرو، زیادہ نیند یادداشت کو کمزور کر دیتی ہے یہ بھی طبی لحاظ سے درست ہے، نیند موت کی پچھلی سٹیج ہے، یہ بڑھ جائے تو ہمارے برین سیل مرنے لگتے ہیں چنانچہ سات گھنٹے سے کم اور آٹھ گھنٹے سے زیادہ نیند نہیں لینی چاہیے اور چالیسواں فرمان: **فرمایا:** روزانہ کم از کم سو بار استغفار کیا کرو، یہ عادت بھی عبادت ہے آپ کر کے دیکھیں آپ کو نتائج حیران کر دیں گے۔

اللہ سے دُعا ہے کہ ان اوصاف و عادات کو ہمارے کردار اور شخصیت کا حصہ بنا دے۔ آمین

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

ہیلتھ کارنر: زیتون کا تیل: غذا بھی، دوا بھی

(مرسلہ: حافظ محمد یٰسین)

زیتون کا درخت طبی خصوصیات کے باعث قدیم زمانے سے مشہور ہے۔ یہ ترکی، اٹلی، شمالی افریقہ، کیلی فورنیہ، میکسیکو، اسپین، یونان اور آسٹریلیا میں ہوتا ہے۔ زیتون کا درخت تین میٹر تک اونچا ہوتا ہے۔ اس کے درخت میں بیر کی شکل کا ایک پھل لگتا ہے۔ یہ پھل غذائیت سے بھر پور ہوتا ہے۔ جب پھل پک جاتا ہے تو اس سے زیتون کا تیل نکالا جاتا ہے۔ کچے پھل میں تیل کی مقدار زیادہ نہیں ہوتی۔ تیل نکالنے سے پہلے زیتون کے پھلوں کو خوب صاف کیا جاتا ہے۔ پھر ان کے چھلکے اتارے جاتے ہیں۔ چھلکے اتارنے کے بعد پھلوں کو مشین میں ڈال کر تیل نکال لیا جاتا ہے۔ یہ بہت صاف ستھرا اور بہترین تیل کہلاتا ہے۔ اسے ایکسٹرا ورجن آئل (extra virgin oil) کہا جاتا ہے۔ اس تیل کا رنگ سنہری ہوتا ہے۔ یہ خوشبودار ہوتا ہے۔ یہ تیل بہت عرصے تک خراب نہیں ہوتا۔

زیتون کا تیل نہ صرف کھایا جاتا ہے، بلکہ مالش کے کام بھی آتا ہے۔ یہ دونوں صورتوں میں فائدہ مند ہے۔ یہ تیل بواسیر دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔ کوڑھ کا مرض دور کرنے میں فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔ زیتون کے تیل میں نمک ملا کر اگر مسوڑوں پر لگایا جائے تو ان میں مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔ پیٹ کے کیڑے خارج کرنے میں مفید ہے۔ بالوں کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔ اس تیل کو اگر روزانہ بالوں میں لگایا جائے تو بال سفید ہونا اور گرنا بند ہو جاتے ہیں۔

زیتون کے پھلوں کا اچار بھی ڈالا جاتا ہے۔ یورپ میں اس کا اچار بہت شوق سے کھایا جاتا ہے۔ یہ اچار بھوک بڑھاتا ہے۔ اعضاء پر زیتون کے تیل کی مالش کرنے سے ان میں طاقت

اور مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے ۔زیتون کا تیل پیچش کو بھی دور کرتا ہے ۔گردے کی پتھری توڑنے کے لیے بھی یہ تیل موثر ہے ۔ یہ پیشاب لاتا ہے جسم کی کمزوری دور کرتا ہے ۔آنتوں کی جلن کو ختم کرتا ہے ۔تحقیق سے پتا چلا ہے کہ وہ افراد جو ہفتے میں سات چمچے زیتون کا تیل کھاتے ہیں، ان کی آدھی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں ۔

صحت کے ماہرین کہتے ہیں کہ زیتون کا تیل فالج، عرق النساء(لنگڑی کا درد) اور پٹھوں اور جوڑوں کے درد کو دور کرنے میں لاجواب ہے ۔لاغر بچوں اور بوڑھوں کی اس تیل سے مالش کرنی چاہیے ۔بچوں کو اگر سردی لگ جائے تو زیتون کے تیل سے صبح و شام مالش کرنا مفید ہے ۔ تبخیر معدہ کے لیے بھی زیتون کا تیل فائدہ مند ہے ۔نزلہ زکام دور کرتا ہے ۔زیتون کے تیل کو گھی کی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ناشتے میں گرم گرم روٹی پر لگا کر کھایا جا سکتا ہے ۔

زیتون کے درخت کی پتیاں بھی مفید ہیں ۔قدیم مصر اور یونان کے لوگ اس درخت کی پتیوں کو زخم صاف کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے ۔زیتون کے درخت کی پتیاں جراثیم، پھپھوندی اور ورم دور کرتی ہیں ۔ان پتیوں میں طاقتور مانع تکسید اجزاء (Antioxidantas) پائے جاتے ہیں ۔زیتون کی پتیوں کا عرق خراب کولیسٹرول ایل ڈی ایل کو ختم کرتا اور بند شریانوں کو کھولتا ہے ۔اسی لیے دل کے لیے مفید ہے ۔

ظلم سے پرہیز

(حافظ محمد ہارون)

"قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور جلد جان جائیں گے جنہوں نے ظلم کیا کہ کون سی جگہ پھرنے کی، پھر جائیں گے"۔(سورہ الشعراء)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ظلم دراصل قیامت کے اندھیروں میں سے ہے، آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جس نے زمین کی ایک بالشت بھر ظلم کیا (یعنی دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ کرلیا) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینیں اس کے گلے میں ڈال دے گا (کہ اب اٹھاؤ یہ ظلم اور اس کی سزا)۔

تین ایسی باتیں ہیں کہ جس میں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان کردے گا۔ یا اسے جنت میں اپنی رحمت سے داخل کردے گا، صحابہ کرام نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: جو تجھے محروم رکھے، تو اسے دے، جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ، جو تجھ پر ظلم کرے، تو اسے معاف کردے، جب تو نے یہ کام کئے تو تجھے جنت میں داخل کردے گا۔

مسند احمد میں دو اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ ان میں سے ایک روایت ثقہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے بتایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپ کا ہاتھ مبارک پکڑا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے عمدہ ترین اعمال بتایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ، جو تجھے محروم رکھے تو اس کو دے اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کردے، حاکم نے یہ اضافہ کیا خبردار جو چاہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو اور اس کا رزق فراخ ہو تو وہ صلح رحمی کرے۔

بعض کتب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا غضب اس پر شدید ہے جو ایسے پر ظلم کرے جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہیں۔

بعض سلف کا فرمان ہے: کمزوروں پر ظلم نہ کرو، ورنہ تم بدترین طاقتوروں میں سے ہو گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں سرخاب بھی ظالم کے خوف سے گھونسلے میں مر جاتی ہے، (کہ کہیں اس پر عذاب آئے تو سب ہی نہ گھر جائیں)

حضرت جابرؓ کا فرمان ہے: جب حبشہ جانے والے مہاجرین جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے تو آپ نے فرمایا کیا تم مجھے وہاں کی کوئی عجیب بات نہیں بتاؤ گے جو تم نے سرزمین حبشہ میں دیکھی ہو؟ حضرت قتیبہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی ان میں سے تھے نے بتایا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم ایک روز وہاں بیٹھے تھے کہ وہاں ایک بوڑھی عورت گزری جس نے اپنے سر پر پانی کا گھڑا اٹھا رکھا تھا، ایک نوجوان گزرا اس نے عورت کے کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا اور اسے دھکا دے دیا، عورت بیچاری گھٹنوں کے بل گر پڑی اور اس کا گھڑا ٹوٹ گیا، جب اٹھی تو اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگی کس قدر مغرور ہو تم جلد دیکھو گے جب اللہ کرسی بچھائے گا تو تم کل (قیامت) کے دن اپنے اور میرے درمیان معاملے (کا فیصلہ) دیکھ لو گے، راوی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا اللہ اس قوم کو کیسے پاک کرے گا جس کے توانا سے کمزور کے حق میں بدلہ نہیں لیا جاتا۔

حضور سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا: پانچ لوگوں پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہے اگر چاہے تو دنیا میں ہی ان پر غضب جاری کر دے، ورنہ آخرت میں انہیں اس کی وجہ سے آگ میں ڈال دے۔

قوم کا وہ حاکم جو رعایا سے اپنا حق لے اور ان کے ساتھ انصاف نہ کرے اور نہ ان سے ظلم دور کرے۔ قوم کا وہ لیڈر کہ لوگ اس کی اطاعت کریں اور وہ طاقتور کمزور کے درمیان مساوات نہ رکھے اور خواہشات نفس کی بات کرے۔ وہ آدمی جو اپنی بیوی بچوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم نہ دے اور امور دینی انہیں نہ سکھائے۔ وہ آدمی جو کسی مزدور سے پورا کام لے، مگر اس کی مزدوری پوری ادا نہ کرے۔ وہ آدمی جو اپنی بیوی پر مہر کے سلسلے میں ظلم کرے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی اور مخلوق نے سروں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا اور کہا اے رب! تو کس کے ساتھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ اس کا حق ادا کر دیا جائے، حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ ایک جابر آدمی نے ایک محل بنوایا اور خوب پختہ کیا، ایک غریب بڑھیا آئی اس نے اس کے ایک طرف کٹیا سی بنالی جس میں رہا کرے، ایک دن وہ ظالم آدمی سوار ہو کر محل کے گرد گھوم رہا تھا اس نے یہ کٹیا دیکھی تو پوچھا یہ کس کی ہے، بتایا گیا ایک غریب عورت کی ہے، اس نے اسے گرانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ گرادی گئی، جب بڑھیا آئی تو پوچھا اسے کس نے گرادیا، بتایا گیا کہ اس ظالم بادشاہ نے دیکھا تو گرادیا، بڑھیا نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے اللہ تعالیٰ میں یہاں نہیں تھی مگر تو کہاں تھا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ اس کا محل اس کے اوپر الٹ دے، چنانچہ اس ظالم پر اس کا محل الٹ گیا۔

منقول ہے کہ ایک برمکی وزیر اپنے بیٹے کے ہمراہ گرفتار ہو کر قید خانہ میں گیا بیٹے نے کہا اے ابا جان عزت کے بعد ہم قید و ذلت میں چلے گئے۔ اس نے کہا: اے بیٹا کسی مظلوم کی بددعا رات کو سرک کر ہم تک پہنچ گئی اور ہم اس سے غافل رہے، مگر اللہ عزوجل بے خبر نہیں ہوتا۔

حضرت یزید بن حکیم کا فرمان ہے مجھے سب سے زیادہ اس آدمی سے ڈر لگتا ہے کہ جس پر میں ظلم کروں اور اس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو، وہ مجھے کہہ رہا ہو، اللہ ہی میرا کافی مددگار ہے میرے اور تیرے درمیان اللہ ہی ہے۔

حضرت ابوامامہؓ کا فرمان ہے: قیامت کے روز ظالم آئے گا، جب وہ دوزخ کے پل پر پہنچے گا تو مظلوم اسے ملے گا اور اسے اپنے ظلم کا جرم معلوم ہو جائے گا، مظلومین ظالموں کے ساتھ مباحثہ جاری رکھیں گے، آخر کار ان کے پاس موجودہ تمام نیکیاں لے لیں گے، اگر نیکیاں نہیں ہوں گی۔ تو اسی قدر ان کی برائیاں اٹھائیں گے جس قدر ان پر ظلم کیا ہوگا حتیٰ کہ دوزخ کے آخری حصہ میں جاگریں گے۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا: قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا، پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا جسکو دور والے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنیں گے، میں بادشاہ بدلہ لینے والا ہوں، کسی جنتی کو جنت میں نہیں جانا چاہیے کہ ایک دوزخی بھی کسی ظلم کا بدلہ مانگ رہا ہو، حتیٰ کہ تھپڑ یا اس سے زیادہ (مطالبہ) ہو، اور کسی دوزخی کو تب تک دوزخ میں نہیں جانا چاہیے کہ اس کے پاس (کسی پر) ظلم ہو حتیٰ کہ تھپڑ یا اس سے زیادہ ہو اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولﷺ یہ کیسا حال ہوگا؟ اور ہم ننگے پاؤں، ننگے بدن ہوں، فرمایا نیکیوں اور برائیوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

انہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا: جس نے ظلم کے ساتھ ایک کوڑا مارا قیامت کے دن اس سے قصاص لیا جائے گا۔

منقول ہے کہ کسریٰ نے اپنے بچے کو ادب سکھانے کے لئے ایک استاد رکھا جب بچہ خوب علم و ادب والا ہو گیا تو ایک روز استاد نے بچے کو بلایا اور اسے بغیر جرم اور بغیر کسی سبب کے خوب مارا، بچے نے استاد کے خلاف دل میں غصہ چھپائے رکھا، جب اس کا باپ فوت ہوا اور اس کے بعد وہ بادشاہ بنا تو اس نے استاد کو بلایا اور پوچھا تم نے مجھے فلاں دن اس اس طرح بغیر کسی جرم و سبب کے اس قدر سخت کیوں مارا؟ استاد نے کہا: اے بادشاہ تو بہت ہی کمال و فضیلت والا بن چکا تھا اور میں نے سمجھ لیا کہ تو اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہوگا، اسلئے میرا ارادہ ہوا کہ تمہیں مارنے کا مزہ اور ظلم کا دکھ چکھاؤں تاکہ تو اس کے بعد کسی پر ظلم نہ کرے، اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے پھر اسے انعام دے کر رخصت کیا۔ (بحوالہ چیدہ چیدہ از مکاشفۃ القلوب)

بیعت کی شرعی حیثیت (گزشتہ سے پیوستہ)

(مولانا سید حسین احمد مدنی)

"وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ" چوتھا حکم ذکر کیا گیا کہ اللہ کے راستے میں کوشش کرو، جہاد کرو، نفس کے خلاف کرو، اپنی راحت کے خلاف کرو، تو یقیناً وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ایمان اور تقویٰ کے کوئی زائد چیز ہے اسی کو (مرشد کو) تلاش کرنا اور اس کے حکم پر چلنا اور پھر اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہر قسم کی جدو جہد کرنا اس آیت میں ذکر کیا گیا تو یہ جو طریقت کے تصوف کے احکام ہیں کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ پرانی ہے اور اسی زمانے سے چلی آتی ہے، تصوف کے جو اعمال ہیں ذکر وغیرہ ریاضتیں یہ چیزیں بھی اسی زمانے سے چلی آتی ہیں: وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ فرمایا گیا، جہاد کہتے ہیں زیادہ کوشش کرنا، جدو جہد کرنے کا نام ہے، آقائے نامدار ﷺ نے یہ حضرت جبرائیلؑ کی حدیث میں ذکر کیا ہے:

حدیث جبرائیلؑ: صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول اللہ ﷺ مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آیا، اس کے کپڑے نہایت سفید اور صاف وشفاف تھے مگر ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا نہ تھا، وہ آ کر جناب رسول اللہ ﷺ کے قریب گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا، ہم نے تعجب کیا، کیوں کہ اگر وہ باہر سے آیا ہوتا تو کپڑے اس کے میلے ہوتے، گردوغبار سے اس کے بال بھرے ہوئے ہوتے، کپڑوں پر میل کچیل ہوتا، اس کے بال نہایت صاف اور سیاہ تھے اور کپڑے بھی سفید تھے۔ ہم تعجب کرتے تھے۔

ایمان کیا ہے؟ اس نے پوچھا: جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ حضور ﷺ ایمان کس کو کہتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی تعریف فرمائی:

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ.

"آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے، یقین کرے

اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، رسولوں پر، کتابوں پر، اور قیامت کے دن پر تقدیر پر''۔

اسلام کیا ھے ؟ اس کے بعد اس نے کہا: یارسول اللہﷺ! مَا الْإِسْلَامُ؟ اسلام کس چیز کا نام ہے؟ تو آپﷺ نے فرمایا کہ:

اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً o

اسلام اس کا نام ہے کہ گواہی دو اور کہو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تمہارے پاس طاقت ہے وہاں پہنچنے کی۔

احسان کیا ھے ؟

اس کے بعد اس نے کہا: یارسول اللہﷺ مَا الْإِحْسَانُ؟ احسان کیا چیز ہے؟

قرآن میں بہت سی جگہوں میں احسان کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف:۵۶)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے بہت قریب ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (الانفال:۱۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیز گاری کی روش اختیار کرتے ہیں اور جو احسان عمل میں لاتے ہیں۔

وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى (النجم: ۳۱)

''جن لوگوں نے احسان کیا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کرے گا۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمن: ۶۰)

''احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے''۔

بہت سی آیات میں احسان کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور بڑے وعدے کیے گئے ہیں۔

تو اب وہی پوچھتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ مَا الْاِحْسَانُ؟ احسان کس چیز کا نام ہے؟ تو آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (مسلم بحواله مشكوٰة ص: ۱۱)

احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح سے مکمل کرو، اس طرح خشوع اور خضوع سے انجام دو کہ جیسے گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ مزدور، نوکر، غلام جب اپنے آقا کو دیکھتا ہے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور جب کوئی کام کرتا ہے اور آقا اس کے سامنے نہیں ہے تو نہایت بے توجہی سے کرتا رہتا ہے۔

احسان کی تعریف آقائے نامدار ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ ہر عبادت میں تم اس طرح سے تکمیل کرو، اس قدر خشوع اور خضوع کا لحاظ کرو جیسے کہ تم اپنے آقا اور مالک کو دیکھنے کے وقت میں ادا کرتے ہو۔ یہ **احســــان** ہے۔ اگر تمہیں یہ شبہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہم تو نہیں دیکھتے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو اس کو فرمایا گیا فَاِنَّـــهٗ يَرَاكَ تم اگر چہ نہیں دیکھتے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر حالت میں تم کو دیکھتا ہے۔ اپنے مالک کی موجودگی میں جو غلام جو نوکر، جو مزدور، تکمیل کرتا ہے کام کی، وہ تو اسی وجہ سے کرتا ہے کہ آقا دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں تم کو دیکھتا ہے، کسی لمحے بھی تم اللہ کے علم سے، اس کے دیکھنے سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔

احسان کی فضیلت:　احسان بڑا اعلیٰ درجہ کا مرتبہ ہے، اسی کو تیسرے سوال میں حضرت جبریلؑ نے ارشاد فرمایا: اس احسان کو قرآن میں بڑی تعریف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ　(یونس: ۲۶)

''جن لوگوں نے احسان کو انجام دیا ان کے ساتھ (انہیں) اللہ تعالیٰ نہایت عمدہ ثواب دے گا اور زیادتی دے گا''۔ تو اسی احسان کے حاصل کرنے پر تمام تصوف کا مدار ہے، آقائے نامدار ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ کی مجلس میں ایمان کے ساتھ حاضر ہونے سے یہ بات (کیفیت احسانیہ)

حاصل ہو جاتی تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی روحانی طاقت اس قدر قوی تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے اخلاص کے ساتھ، ایمان کے ساتھ حاضر ہوا، اس کے قلب کے اوپر ایسا اثر پڑتا تھا کہ اللہ کے سوا جو چیزیں بھی ہیں، سب کو بھول جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

حضرت حنظلہؓ کا واقعہ: حضرت حنظلہؓ (یہ حضرت حنظلہ بن ربیع ہیں، ایک اور حنظلہ ہیں جنہیں غسیل ملائکہ کہا جاتا ہے وہ حنظلہ بن مالک ہیں) جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کئی روز حاضر نہیں ہوئے، جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ اپنے صحابہ کرام کو خاص طور پر یاد رکھتے۔ ایک وقت نہیں آئے دو وقت نہیں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ مَا فَعَلَ حَنْظَلَةُ؟ حنظلہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں کو کچھ معلوم نہیں، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں ابھی خبر لاتا ہوں، گئے، گھر میں پوچھا گھر والوں سے کہ حنظلہ کہاں ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ وہ کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے پوچھا خیریت سے تو ہیں؟ کہا خیریت سے تو ہیں مگر سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اجازت لے کر گھر میں داخل ہوئے، جا کر دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں تو انہوں نے جا کر کے پوچھا بھائی کیا حال ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ "نَافَقَ حَنْظَلَةُ" حنظلہ تو منافق ہو گیا۔

حضوری اور غیب میں فرق: کہا کیا بات ہے؟ کیسے منافق ہو گئے؟ کہا ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ آخرت کا، جنت کا، دوزخ کا، قیامت کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے، دوزخ موجود ہے، آخرت کی چیزیں موجود ہیں، ہمارا دل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، وہاں سے جب آتے ہیں، گھر میں آئے تو بال بچوں سے، بیوی سے، ان لوگوں سے میل جول ہوا تو وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ یہ تو نفاق ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے۔ وہ بھی رونے لگے تھوڑی دیر تک دونوں روتے رہے، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ہمارے

لیے تمام باتوں کے حل کرنے والے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں، چلو یہاں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہونا، رونے دھونے سے کچھ حاصل نہیں ہونا، چلو آقائے نامدار ﷺ سے اپنی حالت عرض کریں، ان کی سمجھ میں آئی، دونوں حاضر ہوئے۔

رسول کریم ﷺ کے سامنے تمام بات عرض کی، تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم جیسے کہ میری مجلس میں ہوتے ہو، اگر اسی طرح تم ہر وقت رہو تو تمہارے بستروں پر فرشتے آ کر تم سے مصافحہ کریں۔(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص:۱۹۷) دونوں حالتیں علیحدہ علیحدہ ہیں، میری موجودگی میں، میری مجلس میں، تمہاری اور حالت ہے اور مجھ سے جدا ہونے کے بعد تمہاری اور حالت ہے، جیسے سورج کے سامنے جو چیز آئے گی، وہ چمکدار ہو جائے گی اس پر روشنی پڑ جائے گی، اس پر دھوپ اور نور آ جائے گا اور جہاں علیحدہ ہوئے تو وہ روشنی جاتی رہی، نبی کریم ﷺ کی مجلس میں جو بھی آنے والے تھے، سچائی کے ساتھ، ان کے دلوں کی میل کچیل، غفلت، دنیا پرستی، نفس پرستی جاتی رہتی تھی، جہاں مجلس سے علیحدہ ہوئے تو اس میں کمی ہو جاتی تھی۔

دعائے مغفرت

نوکھر سے بھائی شاہد محمود مغل کے ماموں

گکھڑ سے بھائی عرفان محمود مغل کے سسر

شجاع آباد سے عابد کبیر شاہ اور سید رحمت اللہ شاہ کی خوش دامن

ملتان سے خالد محمود بخاری کے کزن غلام عباس بخاری

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
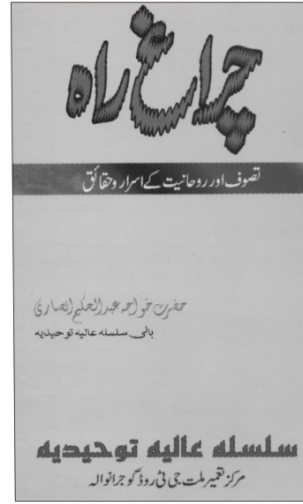
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
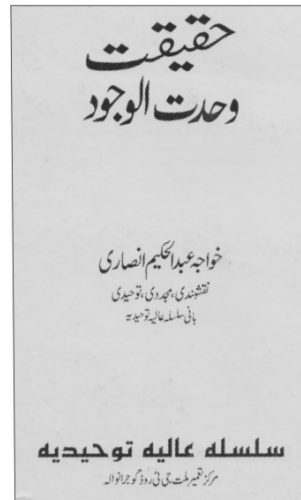
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
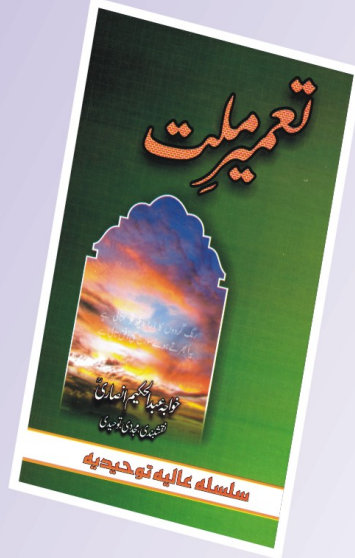
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
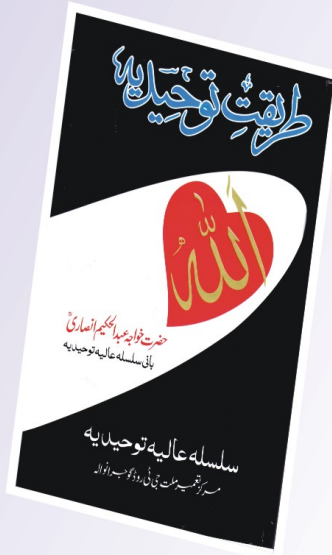
Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com